ISSN: 2321-8339
جولائی - ستمبر ۲۰۱۷ء

ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی کا ترجمان

سہ ماہی

تحقیقاتِ اسلامی

علی گڑھ

خطاب عید
سید جلال الدین عمری

علم الفتن: معنیٰ ومفہوم اور آغاز وارتقاء
جناب محمد امجد خاں

مکی دور کی احادیث سیرت ابن اسحاق میں (۳)
پروفیسر محمد یسین مظہر صدیقی

غیر مسلموں کی تقریبات میں شرکت کے حدود
ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

صرف دولت کے اسلامی اصول وآداب
ڈاکٹر سعدیہ گلزار

ولید الاعظمی۔ عالم عرب کا اسلام پسند شاعر
جناب ابوسعد اعظمی

تعارف وتبصرہ

ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی کی

اہم مطبوعات

معرکۂ اسلام وجاہلیت	مولانا صدرالدین اصلاحی	110.00
اسلام ۔ ایک نجات دہندہ تحریک	مولانا سلطان احمد اصلاحی	90.00
عصر حاضر کا سماجی انتشار اور اسلام کی رہنمائی	مولانا سلطان احمد اصلاحی	125.00
عصر حاضر کی نفسیاتی الجھنیں اور ان کا اسلامی حل	مولانا سلطان احمد اصلاحی	80.00
اکیسویں صدی کے سماجی مسائل اور اسلام	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	140.00
قرآن، اہل کتاب اور مسلمان	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	70.00
گھریلو تشدد اور اسلام	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	30.00
حقائق اسلام ۔ بعض اعتراضات کا جائزہ	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	56.00
حضرت ابراہیم ۔ امام انسانیت	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	85.00
ہم جنسیت کا فتنہ	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	28.00
احیائے اسلام: مفہوم ۔ مسائل ۔ تقاضے	مولانا محمد جرجیس کریمی	85.00
جرائم اور اسلام	مولانا محمد جرجیس کریمی	85.00
قرآن مجید اور مستشرقین	مولانا محمد جرجیس کریمی	72.00
اتحاد امت کا مسئلہ: چند اہم گوشے	مولانا محمد جرجیس کریمی	34.00
اسلام کی امتیازی خصوصیات	مولانا محمد جرجیس کریمی	100.00
سیرت نبوی پر اعتراضات کا جائزہ	ڈاکٹر محمد فہیم اختر قاسمی	130.00
ملت اسلامیہ کے اختلافات	مولانا ضمیر الحسن فلاحی	65.00
قیام امن اور اسلام	مولانا کمال اختر قاسمی	100.00

ملنے کے پتے:

ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی
نبی نگر، پوسٹ بکس نمبر: ۹۳، علی گڑھ ۔ ۲

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز
D-307، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی ۔ ۲۵

ادارۂ تحقیق و تصنیفِ اسلامی کا ترجمان

سہ ماہی

تحقیقاتِ اسلامی

علی گڑھ

جولائی ــــــــــــ ستمبر ۲۰۱۷ء

مدیر

سیّد جلال الدین عمری

معاون مدیر

محمد رضی الاسلام ندوی

نبی نگر (جمال پور)، پوسٹ بکس نمبر ۹۳، علی گڑھ ــ ۲۰۲۰۰۲

ISSN: 2321-8339

سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی علی گڑھ

جلد: ۳۶ شمارہ: ۳

شوال ———— ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ

جولائی ————ستمبر ۲۰۱۷ء

- مجلہ کے تمام شمارے www.tahqeeqat.net پر لوڈ کر دیے گئے ہیں۔
- مقالہ نگار حضرات اپنے مقالات صرف tahqeeqat@gmail.com پر ارسال کریں۔
- انتظامی امور سے متعلق رابطہ کے ذرائع:

موبائل: 09897746586

ای میل: idaratahqeeq2016@gmail.com

زرِ تعاون

اندرونِ ملک

فی شمارہ	۶۰ روپے
سالانہ	۱۵۰ روپے
پانچ سال کے لیے	۶۰۰ روپے
سالانہ (لائبریریاں و ادارے)	۲۰۰ روپے

برائے پاکستان

سالانہ (انفرادی) ۲۰/امریکی ڈالر

سالانہ (ادارے) ۲۵/امریکی ڈالر

برائے دیگر ممالک

سالانہ (انفرادی) ۲۵/امریکی ڈالر

سالانہ (ادارے) ۳۰/امریکی ڈالر

طابع و ناشر سید جلال الدین عمری نے بھارت آفسیٹ دہلی–۶ سے چھپوا کر ادارۂ تحقیق و تصنیفِ اسلامی، نبی نگر (جمال پور)، علی گڑھ سے شائع کیا

فہرست مضامین

حرف آغاز

خطاب عید — سید جلال الدین عمری — ۵

تحقیق وتنقید

علم الفتن : معنیٰ ومفہوم اور آغاز وارتقائ — جناب محمد امجد خاں — ۱۳

مکی دور کی احادیث سیرت ابن اسحاق میں (۳) — پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی — ۳۱

بحث ونظر

غیر مسلموں کی تقریبات میں شرکت کے حدود — ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی — ۶۱

صرف دولت کے اسلامی اصول وآداب — ڈاکٹر سعدیہ گلزار — ۷۷

سیر وسوانح

ولید الاعظمی ۔ عالم عرب کا اسلام پسند شاعر — جناب ابوسعد اعظمی — ۹۷

تعارف وتبصرہ

مسلم اقلیتوں کے شرعی مسائل — ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی — ۱۱۷

عربی زبان میں خودنوشت سوانحی ادب — ،، ،، — ۱۱۹

خبرنامہ ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی (۶۴) — ۱۲۰

مضامین کا انگریزی خلاصہ — ۱۲۱—۱۲۸

اس شمارے کے لکھنے والے

۱۔ جناب محمد امجد خاں

ریسرچ اسکالر، شعبۂ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد (پاکستان)

muhammadamjadkhan22@gmail.com

۲۔ پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی

سابق صدر، ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ

mnz_comp@yahoo.in

۳۔ ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

سکریٹری تصنیفی اکیڈمی جماعت اسلامی ہند، نئی دہلی

mrnadvi@gmail.com

۴۔ ڈاکٹر سعدیہ گلزار

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونی ورسٹی، لاہور (پاکستان)

sadiagulzar_lcwu@gmail.com

۵۔ جناب ابوسعد اعظمی

ریسرچ اسکالر، شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ

anislahi@gmail.com

۶۔ سید جلال الدین عمری

صدر ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ

خطابِ عید

سید جلال الدین عمری

امیر جماعت اسلامی ہند مولانا سید جلال الدین عمری ہر سال مرکز جماعت کمپلکس میں واقع مسجد اشاعتِ اسلام میں عیدین کا خطبہ دیتے ہیں، جہاں دور ونزدیک کے علاقوں سے لوگ ہزاروں کی تعداد میں جوق در جوق حاضر ہوتے ہیں۔ مولانا موصوف نے امسال (۲۶ر جون ۲۰۱۷ء کو) ہزاروں کے مجمع کے سامنے جو خطبۂ عید الفطر دیا تھا اسے ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے۔ اس میں موجودہ حالات میں امت کے لیے مؤثر رہنمائی ہے۔

(رضی الاسلام)

بزرگو، بھائیو اور عزیزو، محترم خواتین، ماؤ، بہنو اور بیٹیو!

آپ سب کو عید مبارک ہو۔

عید خوشی کا دن ہے۔ اس میں خوشی منانا ہم سب کے محبوب ومقتدیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام کی سنت ہے۔ عید نہ منانا خلافِ سنت ہے۔ یہ جوگیوں، راہبوں اور تارکینِ دنیا کا طریقہ ہے، اسلام کا نہیں۔ حکم ہے کہ عید کی شادمانی اور مسرت میں بڑے، چھوٹے، مرد اور خواتین سب شریک ہوں۔ ہم نے اور آپ نے رمضان کے مہینے میں روزے رکھے اور اس بات کا ثبوت دیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا تو ہم بھوک، پیاس، موسم کی سختی، سب کچھ برداشت کریں گے اور اپنے جذبات پر قابو رکھیں گے اور جب اس کی اجازت ہوگی اور جس حد تک ہوگی، اپنی ضرورتیں پوری کریں گے۔ اس میں بھی اس کے احکام کے پابند رہیں گے۔ یہ اطاعت وتسلیم کا وہ پاکیزہ جذبہ ہے جو ماہ رمضان ہمارے اندر پیدا کرتا ہے۔ دعا ہے کہ ہمارا یہ جذبہ ہمیشہ باقی رہے۔

اب آئیے امت مسلمہ کی صورتِ حال پر غور کریں۔ اس وقت دنیا میں اسلام

کو ایک جنگ جو مذہب کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے اور اس کے ماننے والوں کو مغربی ملکوں میں بھی، جہاں جمہوریت اور فرد کی آزادی کا بڑا چرچا ہے، ایک خطرناک قوم باور کیا جاتا ہے، جو دنیا کے امن و امان کے لیے پرخطر اور تشویش کا باعث ہیں۔ انہیں شک وشبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کی مصروفیات پر نظر رکھی جاتی ہے، جیسے امت کا ہر فرد مجرم ہے اور وہ کسی بھی وقت کوئی بھی غلط قدم اٹھا سکتا ہے۔ دنیا میں کہیں بھی دہشت گردی کا واقعہ ہو، یورپ اور امریکہ میں ہو یا ایشیا میں، عرب میں ہو یا عرب سے باہر کسی ملک میں، اسے مسلمانوں سے جوڑ دیا جاتا ہے، حالاں کہ امت کے سوادِ اعظم نے کبھی اس کی تائید نہیں کی۔ ابھی چند دن قبل حرم میں دہشت گردی کا واقعہ پیش آیا۔ اس ناروا اور غیر اسلامی حرکت کی مَیں اپنی طرف سے اور جماعت اسلامی ہند کی طرف سے شدید مذمت کرتا ہوں۔ مسلمانوں کے سب ہی طبقات نے اسے قابلِ مذمت قرار دیا ہے۔

دنیا میں ہر قوم میں غلط کار ہوتے ہیں۔ کسی بھی قوم کا دامن اس سے پاک نہیں ہے۔ ان کے غلط اور نقصان دہ اقدامات کو چند افراد کی یا کسی چھوٹے سے تخریب پسند ٹولے کی حرکت قرار دیا جاتا ہے، پوری قوم کو اس کے لیے جواب دہ نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن دنیا کے کسی بھی گوشہ میں کچھ نادان یا فریب خوردہ مسلم نوجوانوں سے کوئی غلط حرکت ہوتی ہے تو پوری مسلم ملت پر اس کی ذمہ داری ڈال دی جاتی ہے اور اس کے عقیدہ و مذہب کو ہدفِ تنقید بنا لیا جاتا ہے۔ اسرائیل اس وقت دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ہے، اس کی دہشت گردی کسی فرد یا چند افراد کی نہیں، حکومت کی دہشت گردی ہے، لیکن اسے کوئی یہودیت کی طرف منسوب نہیں کرتا۔ امریکہ اور اس کی حلیف مغربی اقوام کا گھناؤنا کردار وسط ایشیا اور عرب ممالک میں بالکل واضح ہے۔ اس نے کئی ممالک کو تباہ کر دیا اور ہزارہا افراد کو موت کے آغوش میں پہنچا دیا، لیکن اس کا الزام عیسائیت پر نہیں لگایا جاتا۔

اسلام کا واضح اعلان ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعاً وَ مَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعاً (المائدۃ: ۳۲)

جس کسی نے بھی ایک شخص کو قتل کیا جب کہ اس نے کسی کی جان نہیں لی تھی یا زمین میں فساد نہیں برپا کیا تھا تو اس نے تمام انسانوں کو قتل کرڈالا اور جس نے کسی بے گناہ کو موت کے مونھ میں جانے سے بچالیا اس نے پوری نوعِ انسانی کو بچالیا۔

یہ اللہ کے رسولوں کا درس رہا ہے اور یہی آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔ آج کل ہر طرف حقوقِ انسانی کا چرچا ہے۔ مختلف ملکوں کے دساتیر میں اس کی ضمانت دی گئی ہے اور مذہبی کتابوں میں بھی اس کی تائید ہے، لیکن انسان کا اور اس کی جان کے احترام کا قرآن نے جو تصور پیش کیا اس کے سامنے ہر دستور اور اس کی ضمانتیں ہلکی اور بے وزن نظر آتی ہیں۔ اس نے کہا: فردِ واحد کا قتلِ ناحق پوری نوعِ انسانی کا قتل ہے، اس لیے کہ اس سے معصوم اور بے گناہ انسانوں کے خون بہانے کا راستہ کھلتا ہے۔ اسی طرح کسی بے گناہ انسان کو موت کے مونھ میں جانے سے بچانا پوری دنیا کو یہ سبق دیتا ہے کہ کسی بے گناہ اور شریف انسان کی جان نہیں لی جاسکتی۔

دوستو اور ساتھیو! جب تک زمین و آسمان گردش میں ہیں، یہ دنیا اپنے ساز و سامان کے ساتھ باقی ہے اور جب تک سلسلۂ لیل و نہار جاری ہے، قرآن کی یہ آواز فضا میں گونجتی رہے گی کہ کسی ایک بے گناہ کا قاتل روئے زمین پر بسنے والی تمام اولادِ آدم کا قاتل ہے۔ جو کسی بے قصور کی جان بچائے وہ بے گناہوں کو بچانے کی مثال قائم کرتا ہے، وہ دوسرے انسانوں کو بے گناہوں کے تحفظ کے لیے کھڑے ہونے کی دعوت دیتا ہے۔

قرآن مجید نے انسانی جان کے احترام کے جو احکام اس آیت میں اور اس جیسی دوسری آیات میں دیے ہیں وہ دہشت گردی اور ناحق خوں ریزی کو شدید معصیت قرار دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے آج تک کسی مستند عالم دین اور کسی دینی تنظیم نے دہشت گردی کے کسی واقعہ کی تائید نہیں کی۔ اسے مغرب کا برپا کردہ فتنہ قرار دیا۔

ہمارا ملک ایک جمہوری ملک ہے۔ یہاں کے ہر شہری کو مساوی حقوق حاصل ہیں۔ کسی کے ساتھ مذہب، ذات، فرقہ، جنس اور پیشہ کی بنیاد پر امتیازی سلوک غیر دستوری ہے، لیکن افسوس کہ یہاں کی اقلیتیں اور کم زور طبقات کو ان میں سے بہت سے حقوق عملاً حاصل

نہیں ہیں۔ دستور نے ہر ایک کی جان، مال، عقیدہ و مذہب اور تہذیب پر عمل کی آزادی دی ہے اور وہ اس سے محروم ہیں۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے، جگہ جگہ ان کی عبادت گاہوں پر حملے ہو رہے ہیں، گائے کی حفاظت کے نام پر اور بیف کھانے کا الزام لگا کر ان کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں اب تک کئی افراد کی جان لی جا چکی ہے۔ دنیا ان واقعات کو حیرت و استعجاب کے ساتھ دیکھ رہی ہے کہ آج کے دور میں آدمی کے کھانے پینے پر بھی پابندی عائد کی جا رہی ہے اور اس کے لیے اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑ رہا ہے۔

ایک موقع پر ہمارے وزیر اعظم نریندر مودی جی نے کہا کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے ISIS کو اور دہشت گردی کو رد کر دیا ہے، یہاں اس کا وجود نہیں ہے۔ یہی بات ابھی حال میں وزیر داخلہ جناب راج ناتھ سنگھ نے بھی کہی ہے۔ اس کے ساتھ دہشت گردی کے الزام میں مسلم نوجوانوں کی مسلسل گرفتاریاں جاری ہیں اور طویل عدالتی کارروائی کے بعد ان کی رہائی عمل میں آتی ہے۔ ملکی اور بین الاقوامی تنظیمیں کہہ رہی ہیں کہ یہاں مسلمان اور دیگر اقلیتیں غیر محفوظ ہیں۔ اس سے پورے ملک کی بدنامی ہو رہی ہے۔ یہ صورت حال جتنی جلد ختم ہو، ملک کے حق میں اور یہاں کے تمام شہریوں کے حق میں بہتر ہوگی اور آج کی دنیا میں اس کی بہتر تصویر سامنے آئے گی۔

برادرانِ اسلام! آپ مختلف پہلوؤں سے خود کو کم زور محسوس کرتے ہیں، لیکن یہ نہ فراموش کیجئے کہ آپ کے پاس اللہ کا دین ہے، جو آپ کا سب سے بڑا سرمایہ اور طاقت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ یہ آپ کے لیے اور ساری دنیا کے لیے راہِ نجات ہے۔ یہ دنیا میں کام یابی کی راہ دکھاتا اور آخرت میں جنت تک پہنچاتا ہے: وَاللّٰهُ يَدْعُوٓا إِلَىٰ دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِي مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ یونس: ۲۵۔ (اور اللہ سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے، سیدھے راستہ کی طرف رہ نمائی کرتا ہے)

آپ دنیا سے اپنے وجود و بقا کی، امن و امان کی، تحفظ کی اور عدل و انصاف کی بھیک مانگنے والے نہیں، بلکہ دنیا میں امن و امان، عدل و انصاف کے علم بردار اور دوسروں کی جان و مال کے پاس دار اور محافظ بن کر کھڑے ہوں۔ جس کسی کے ساتھ ظلم اور ناانصافی ہو اور اس کے حقوق پامال ہو رہے ہوں، اسے تنہا نہ چھوڑیے، بلکہ اس کے حق

میں صدائے احتجاج بلند کیجئے اور اپنے قول وعمل سے ثابت کیجئے کہ ہم کسی پر ظلم برداشت نہیں کریں گے اور اس کے جائز حق کو سلب کرنے کی کسی کو اجازت نہیں دیں گے۔

آج دنیا انسان کے احترام، حریتِ فکر وعمل، مساوات، عدل وانصاف اور معاشی جدّ و جہد کے مساوی مواقع کی اہمیت کو تسلیم کرتی ہے، اس کے لیے تگ و دو بھی ہو رہی ہے، دستوری ضمانت بھی فراہم کی جاتی ہے، لیکن عملاً یہ سب کچھ بعض افراد اور طبقات ہی کو حاصل ہے، کہیں بھی طاقت وَر کی چیرہ دستیوں سے کم زور محفوظ نہیں ہیں۔ یہ وہ قدریں ہیں جن کی اسلام نے بہت پہلے تعلیم دی ہے اور عملاً انہیں برت کر دکھایا ہے۔ اسلام دنیا کے لیے امن و سلامتی اور عدل و انصاف کا پیغام رکھتا ہے، اسے عام کیجئے۔ اس حقیقت کو واضح کیجئے کہ اسلام دنیوی ضروریات کی تکمیل بھی کرتا ہے اور آخرت کی فلاح بھی اس سے وابستہ ہے۔

یاد رکھیے، اس سرزمین پر اگر آپ کی حیثیت مانگنے والے اور سوالی کی ہوگی تو ہوسکتا ہے کہ کہیں سے آپ کے ساتھ ہم دردی کا مظاہرہ ہو، لیکن آپ دنیا کی ضرورت نہیں بن سکیں گے۔ اللہ کا دین وہ نسخۂ شفا ہے جس میں تمام امراض کا علاج ہے۔ اس نسخۂ شفا کو پیش کیجئے۔ کچھ بعید نہیں کہ مشکلات اور مصائب میں پھنسی ہوئی یہ دنیا اس کی طرف اس طرح لپکے جیسے پیاسا شدتِ پیاس سے ٹھنڈے پانی کی طرف لپکتا ہے۔

> مؤرخہ یکم جولائی ۲۰۱۷ء کو جماعت اسلامی ہند کی جانب سے انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر میں ’عید ملن پروگرام‘ رکھا گیا تھا، جس میں مختلف مذاہب کی نمائندہ شخصیات، مختلف ممالک کے سفارت خانوں کے نمائندوں اور سیاسی وسماجی شخصیات نے شرکت کی۔ اس موقع پر مولانا سید جلال الدین عمری نے جو مختصر خطاب کیا تھا اسے ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

برادرانِ اسلام! میں اپنی طرف سے اور جماعت اسلامی ہند کی طرف سے آپ سب کا عید ملن کی اس تقریب میں خلوصِ دل سے خیر مقدم کرتا ہوں اور عید کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس ماہِ مبارک میں آپ کی عبادت وریاضت اور آپ کے اعمالِ خیر کو قبول فرمائے۔ میں اپنے ان غیرِ مسلم برادرانِ وطن کا بھی پُر از محبت استقبال کرتا ہوں

اور انہیں خوش آمدید کہتا ہوں جو ہماری اس خوشی میں شریک ہیں۔

بزرگو اور بھائیو! اس وقت ہمارا یہ ملک جن نازک حالات سے گزر رہا ہے اس سے ہم سب واقف ہیں۔ ملک کا امن و امان درہم برہم ہو رہا ہے، مختلف طبقات کے درمیان دوری اور منافرت پیدا کی جا رہی ہے، اقلیتوں اور کم زور طبقات کو ٹارگیٹ بنایا جا رہا ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لوگوں کو زد و کوب کیا جا رہا ہے، جان تک لی جا رہی ہے۔

قانون کی بالادستی، خاص طور پر شمالی ہند کی ریاستوں میں جیسے ختم ہو رہی ہے اور لاقانونیت پھیل رہی ہے۔ مجرم اور خطا کار قانون کی گرفت سے آزاد ہیں۔ اس صورت حال سے ملک کے سنجیدہ اور بہی خواہ اصحاب فکر مند ہیں اور اسے ملک کے لیے نقصان دہ تصور کرتے ہیں۔ اس پر ان کی طرف سے ابھی حال میں پورے ملک میں جس بڑے پیمانہ پر احتجاج ہوا ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ملک میں انسانیت کے احترام کا جذبہ موجود ہے۔ امید ہے، یہ جذبہ فروغ پائے گا اور ظلم اور چیرہ دستی ماضی کا افسانہ بن کر رہ جائے گی۔

دوستو اور ساتھیو! اس ہم دردی کے باوجود ملک کی موجودہ صورت حال سے یہ عاجز بے حد پریشان اور مضطرب ہے۔ دل اندر سے دکھتا ہے کہ آخر اس ملک کا کیا ہوگا؟ اس پریشانی میں اللہ کی کتاب قرآن مجید کھولا تو وہاں سے آواز آئی: **مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ**۔ النحل: ۹۷۔

یہ کسی انسان کی طرف سے نہیں، بلکہ اس خدائے ذوالجلال کی طرف سے اعلان ہے جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے، جس کے ہاتھ میں قوموں کی تقدیر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کوئی بھی فرد بشر، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، اگر اس کے اندر اللہ پر ایمان ہے، اس کی ہدایت و رہ نمائی کو وہ اپنے لیے ضروری سمجھتا ہے اور اسے اس بات کا یقین ہے کہ مرنے کے بعد اپنی پوری زندگی کا اور اس کے ایک ایک عمل کا اسے خدا کو حساب دینا ہوگا اور پھر اس یقین کے مطابق اس کا عمل بھی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے 'حیاتِ طیبہ' (پاکیزہ زندگی) عطا کرے گا۔

پاکیزہ زندگی وہ ہے جس میں آدمی میں خدا کا خوف ہو اور وہ اخلاق کا پابند ہو،

جس میں صداقت، راستی، دیانت وامانت، ملک وملت کی خیر خواہی کا جذبہ ہو، جس میں دھوکا، مکر وفریب اور دوسروں کا استحصال (EXPLOITATION) نہ ہو اور جس میں ملک وقوم کو نقصان پہنچانے کی تدابیر نہ اختیار کی جائیں۔ یہ نہ خیال فرمائیں کہ اس کی وجہ سے آدمی مفلس، دوسروں کا دست نگر اور دریوزہ گر بن کر رہ جائے گا۔ نہیں۔ اس کے حصہ کی روزی اسے ضرور ملے گی۔ اس اعلیٰ کردار کی وجہ سے، امید ہے، خوش حالی بھی اس کے قدم چومے گی اور آخرت کی فلاح وکام رانی بھی اسے حاصل ہوگی۔ یہ راستہ اگر کوئی قوم اختیار کرتی ہے تو قرآن کہتا ہے کہ اس پر مادی ترقی کے راستے بھی کھلتے ہیں، زمین اپنے خزانے اگل دیتی ہے اور آسمان سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔

دوستو اور بھائیو! ابھی رمضان کا مہینہ گزرا ہے، جس میں روزے رکھے گئے۔ روزہ کوئی رسم ورواج یا قومی روایت نہیں، یہ کوئی سماجی عمل نہیں ہے جس کی پابندی کی جاتی ہو، بلکہ یہ انسان کی دینی اور اخلاقی تربیت کا اور اس کو امت کا کارگر فرد اور ملک کا خیر خواہ اور بہترین شہری بنانے کا ذریعہ ہے۔ یہ اسی حیاتِ طیبہ کے لیے انسان کو تیار کرتا ہے جس میں دنیا اور آخرت کی فلاح وکام رانی ہے۔

انسان کی ایک بیماری خودغرضی ہے۔ اس کے سامنے عام طور پر اپنا، اپنے خاندان کا اور اپنے چاہنے والوں کا مفاد ہوتا ہے۔ اس کی خاطر وہ صحیح اور غلط، درست اور نادرست، ہر طریقہ اختیار کرتا ہے، ہر طرح کی جعل سازی، دھوکا دہی اور بڑی سے بڑی رشوت کا لینا اور دینا اس کے لیے آسان ہوتا ہے۔ وہ ایسے اقدامات بھی کر گزرتا ہے جو پورے معاشرے کے لیے ضرر رساں ہوتے ہیں، اپنے مفاد کے لیے وہ ملک وقوم کو بھی داؤ پر لگا سکتا ہے، وہ ملک کے خفیہ راز کھول سکتا ہے اور دوسروں کے لیے جاسوسی کر سکتا اور قوم وملک کے ساتھ غداری کر سکتا ہے۔ روزہ اس خودغرضی کو ختم کرتا ہے۔ اس کا ایک مقصد یہ ہے کہ آدمی نفع ونقصان سے بلند ہو کر ہمیشہ صداقت اور راستی کا راستہ اختیار کرے۔ روزہ رکھ کر بھی آدمی دروغ گوئی اور کذب بیانی سے باز نہ آئے اور اسی پر عمل کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ روزہ محض بھوک پیاس ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کی حاجت نہیں ہے۔ (بخاری)

روزہ انسان کو دوسروں کے دکھ درد کو سمجھنے اور ان کی مدد پر آمادہ کرتا ہے، خود غرضی کی جگہ مودّت ومواسات اور ہم دردی کا جذبہ ابھارتا ہے اور آدمی کو دولت سمیٹ کر رکھنے کی جگہ دولت خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت معروف تھی۔ آپ کسی حاجت مند کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے۔ رمضان کے مہینہ میں آپ کی یہ کیفیت ہوتی کہ جیسے جود وسخا کی بادِ بہار آ گئی ہو۔

ہماری ایک کم زوری جذباتیت ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر ہم قابو میں نہیں رہتے اور دست وگریباں ہوجاتے ہیں، حتّٰی کہ ایک دوسرے کا خون بہادیتے ہیں۔ معاشرے میں کشت وخون کے بیش تر واقعات اسی جذباتیت کا نتیجہ ہیں۔ رمضان اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ بھوک پیاس کی شدت میں بھی آدمی جذبات پر قابو رکھے اور کوئی لڑنے کے لیے آمادہ ہوتو کہہ دے کہ میرا روزہ مجھے اس کی اجازت نہیں دیتا کہ تمہارا جواب دوں۔

اس وقت سماج کا بڑا مسئلہ یہ ہے کہ جنسی جذبات اس قدر بھڑکا دیے گئے ہیں کہ آدمی کے لیے ان پر قابو پانا مشکل ہورہا ہے۔ اس کی وجہ سے جنسی آوارگی عام ہے۔ خواتین کی عزت وعصمت محفوظ نہیں رہ گئی ہے۔ Rape کے کیس بڑھتے جارہے ہیں۔ عورت خود کو اجنبیوں اور غیروں ہی میں نہیں، عزیزوں اور ہم سایوں میں، گھر کے اندر اور باہر، ہر جگہ غیر محفوظ سمجھ رہی ہے۔ روزہ جنسی خواہش پر کنٹرول کی تعلیم دیتا ہے۔

روزہ دراصل Self Control کی تربیت ہے۔ یہ تربیت صحیح معنی میں ہوتو آدمی اپنی نفسانی خواہشات پر بھی قابو پاسکتا ہے اور باہر کے غلط محرکات کا بھی آسانی سے مقابلہ کرسکتا ہے۔ اس طرح کا معاشرہ نمونہ کا معاشرہ ہوگا، جو موجودہ بگاڑ سے پاک ترقی کی راہیں طے کرے گا۔ آئیے، اسی طرح کے معاشرہ کی تعمیر کی کوشش کی جائے۔

آخر میں دوبارہ میں آپ سب حضرات کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے جماعت اسلامی ہند کی دعوت پر عید کی اس تقریب میں شرکت کی زحمت برداشت کی اور ایک دوسرے کی خوشی میں شریک ہوئے۔

☆☆☆

علم الفتن: معنیٰ ومفہوم اورآغاز وارتقاء

——— جناب محمدامجد خاں

لغوی مفہوم

عربی زبان میں فتن، فتنہ کی جمع ہے۔ فتنہ سے مراد آزمائش اور امتحان کے ہیں۔ زبیدیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب 'تاج العروس' میں فتنہ کے لغوی معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"معنی الفتنة: الابتلاء والامتحان والاختبار، وأصلهامأخوذمن الفَتْنِ، وهو اذا بة الذهب والفضة بالنار لتمييز الردى من الجيد" [۱]

فتنہ کے معنیٰ ہیں ابتلاء، امتحان اور آزمائش۔ اس کا اصل 'فتن' ہے، جس کے معنی ہیں سونا اور چاندی کو آگ میں پگھلانا، تا کہ خام چیز اصل سے جدا ہو جائے۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

"فتن: أصل الفتن ادخال الذهب لتظهر جودته من رداته واستعمل في ادخال الانسان النار۔۔۔في بلية وعذاب۔۔۔ههنا فتنة اعتباراً بماينال الانسان من الاختبار بهم" [۲]

فتن سے مراد ہے سونے کو آگ میں ڈالنا، تا کہ اس سے خالص سونا ردی سونے سے الگ ہو جائے۔ یہ انسان کو آگ میں ڈالے جانے کے مفہوم میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔۔۔اور فتنہ ابتلاء وعذاب کے

معنیٰ بھی دیتا ہے۔۔۔فتنہ کا لفظ اس معنیٰ میں بھی استعمال کیا جاتا ہے کہ انسان کو امتحان و آزمائش میں ڈالا جائے۔

حدیث کے مشہور امام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتنہ کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الفتن بكسر الفاء جمع فتنة، وهى المحنة والفضيحة والعذاب، ويقال أصل الفتنة الاختبار، ثم استعملت فيما أخرجته المحنة والاختبار الى المكروه، ثم أطلقت على كل مكروه، وآئل اليه كالكفر والاثم و التحريق والفضيحة والفجور وغير ذلك" ۳؎

الفتن فا کے کسرہ کے ساتھ ہے۔یہ فتنہ کی جمع ہے، جس کے معنی مشقت، رسوائی اور عذاب کے ہیں۔ معروف معنی میں فتنہ کا لفظ آزمائش پر بولا جاتا ہے۔ پھر یہ لفظ ہر اس چیز کے متعلق بولا جانے لگا جس میں کسی بھی دشوار معاملہ میں انسان کی آزمائش ہو۔ پھر یہ لفظ ہر نا پسندیدہ چیز اور اس چیز کی طرف لے جانے والے اسباب پر بولا جانے لگا، جیسے کفر، گناہ، رسوائی اور نافرمانی وغیرہ۔

درج بالا تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ 'فتن' سے مراد آزمائش، ابتلاء، وقوع جنگ وجدال اور فساد و ہنگامہ کے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم

کتب حدیث میں ابواب الفتن یا کتاب الفتن کے زیر عنوان محدثین کرام نے وہ احادیث ذکر کی ہیں جن کا تعلق قرب قیامت میں وقوع پذیر ہونے والے حالات و واقعات سے ہے، جن میں علاماتِ قیامت، ملاحم (خون ریز جنگیں) اور ان سے متعلق مخصوص مقامات اور متعین شخصیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے، مثلاً ظہورِ مہدی، نزول عیسیٰ علیہ السلام، خروج دجال اور ان سے متعلق مقامات وغیرہ۔

تمام محدثین کرام نے 'الفتن' کے عنوان کے تحت نہایت بسط و تفصیل کے

ساتھ اپنے اسلوب کے مطابق ان احادیث کو جمع کیا ہے، نیز ان فتنوں سے حفاظت کے لیے نبوی ہدایات وتعلیمات بھی بیان کردی ہیں۔ چنانچہ یہ واقعات مکمل وضاحت کے ساتھ نکھر کر امت مسلمہ کے سامنے آئے اورفتنوں کے دور میں نبوی تعلیمات سے رہ نمائی میسر آئی۔

علامہ ابن کثیرؒ الفتن کے مفہوم کے متعلق لکھتے ہیں:

"کتاب الفتن، الملاحم الواقعة فی آخر الزمان مما أخبر به رسول الله صلی الله علیه وسلم و ذکر أشراط الساعة، والأمور العظام التی تکون قبل یوم القیامة" ۴؎

الفتن آخری زمانے میں پیش آنے والی ان جنگوں کو کہتے ہیں جن کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی اورقیامت کی علامات، نیز ان عظیم واقعات کو کہتے ہیں جوقیامت سے پہلے پیش آئیں گے۔

حدیث کے معروف شارح ملاعلی قاریؒ فتن کا اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے خروجِ دجال کوفتنہ سے تعبیر کرتے ہیں اور اسے فتنوں میں عظیم فتنہ شمار کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"الفتن جمع فتنة وهی الامتحان و تستعمل فی المکر والبلاء .... قیل ما یجری علی ظاهر الانسان وما یکون فی القلب من الشرک والریاء والحسد، وغیر ذٰلک من مذمومات الخواطر التی تجرالی عذاب القبر، أو الی عذاب النار(ومن فتنة الدجال) خصّ فانه أکبر الفتن حیث یجر الکفر المفضی الی العذاب المخلد" ۵؎

الفتن فتنہ کی جمع ہے۔اس سے مراد امتحان ہے۔ یہ سازش اورآزمائش کے معنی بھی استعمال کیا جاتا ہے ...... یہ امتحان وآزمائش انسان کے ظاہر پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں اورشرک ،ریا اور حسد کی صورت میں دل پر بھی واقع ہوتے ہیں۔فتنہ کا لفظ ان تمام خطرناک اشیاء پر بولا جاتا ہے جو عذاب قبر یا جہنم کے عذاب تک پہنچا دیں۔ اس میں

فتنۂ دجال بھی شامل ہے، اس لیے کہ فتنۂ دجال فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ ہے، کیوں کہ یہ اس کفر تک پہنچا دے گا جو ہمیشہ کے عذاب کا سبب بن سکتا ہے۔

محدثینِ کرام نے فتنۂ دجال کو ابواب الفتن میں نمایاں حیثیت سے رقم کیا ہے۔ اسی طرح دیگر چھوٹی بڑی علامات اور ملاحم کو بھی الفتن کا موضوع سمجھا گیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالواحد ادریسی بیان کرتے ہیں:

''فتنہ کی اصطلاحی تعریف میں اس کے ساتھ پیش آنے والی اور اشیاء بھی شامل ہیں جیسے علاماتِ قیامت اور خوں ریز جنگیں''۔۶؎

الفتن کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ رقم طراز ہیں:

''یہاں فتنہ سے مراد وہ واقعات ہیں جن سے کسی بھی انسان کے دین کی آزمائش کی جاتی ہے.... قربِ قیامت میں پیش آنے والے پرفتن واقعات بھی ان میں شامل ہیں... اور قیامت کی علامات بھی ان میں شامل ہیں، جن کا تذکرہ احادیث میں کثرت سے ہوا ہے''۔۷؎

مذکورہ بالا تصریحات سے واضح ہو گیا کہ تمام محدثین و محققین کے نزدیک الفتن کے مفہوم میں تین چیزیں اور ان کے متعلقات شامل ہیں:

۱۔امور عظام (شدید حالات و واقعات)

۲۔اشراط الساعۃ (علاماتِ قیامت)

۳۔ملاحم (خون ریز جنگیں)

علم الفتن کا آغاز وارتقاء

علم الفتن کا آغاز نبی کریم ﷺ کے عہد میں ہی ہو گیا تھا۔ مثلاً سورۂ قمر کی پہلی آیت ملاحظہ کیجیے:

''اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ''

قیامت کی گھڑی قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔

اس آیت میں شق قمر کے واقعہ کا ذکرعلامتِ قیامت کے طور پر کیا گیا ہے۔محدثین ومفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ چاند کے دوٹکڑے ہو جانے کا واقعہ نبی کریم ﷺ کی ہجرتِ مدینہ سے تقریباً پانچ برس پہلے مکہ مکرمہ میں منیٰ کے مقام پر پیش آیا تھااور یہ واقعہ مشرکین کے انکارِقیامت کے رد میں امکانِ قیامت کی صریح علامت کے طور پر بیان کیا گیا۔۸؎ قرآنِ مجید میں اور بھی متعدد آیات ہیں جو علاماتِ قیامت پر دلالت کرتی ہیں۔اسی طرح ذخیرۂ حدیث میں احوال وعلاماتِ قیامت سے متعلق بہت سی روایات اس بات پر شاہد ہیں کہ حیاتِ نبوی میں ہی اس علم کو تخصیص حاصل ہو چکی تھی۔حیاتِ طیبہ کے آخری دور میں ان احوال و واقعات کو ان کی اہمیت کی بنیاد پر مزید توجہ حاصل ہو چکی تھی، یہاں تک کہ حضور ﷺ کی زندگی کا طویل ترین خطبہ بھی اسی موضوع پر رہے۔بعض اصحاب کو ان کی لیاقت وصلاحیت کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے بالخصوص اس علم کی حفاظت واشاعت کے لئے منتخب فرمایا تھا، جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

"عن حذیفة قال: قام فینا رسول الله ﷺ مقاماً ما ترک شیئاً یکون فی مقامه ذٰلک الی قیام الساعة الا حدّث به، حفظه من حفظه ونسیه من نسیه، قد علم أصحابی هؤلاء" ۹؎

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہمارے سامنے کھڑے ہوئے اور آپ نے اس وقت سے لے کر قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کو بیان کر دیا۔جس نے ان کو یاد رکھا، اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔اس واقعہ کو میرے یہ اصحاب جانتے ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جملہ صحابہ اس علم سے واقفیت رکھتے تھے، البتہ بعض صحابہ کا علم اجمالی تھا اور بعض وہ تھے جو علم الفتن میں کامل دست رس اور اس سے خصوصی شغف رکھتے تھے۔اس علم میں مہارتِ تامہ رکھنے والے صحابۂ کرام میں سب سے ممتاز حضرت حذیفہ بن الیمانؓ ہیں، جنہیں اس پر عبور حاصل تھا اور رسول اللہ ﷺ

کی نگاہِ انتخاب کا سبب ان کی جانب سے فتن کے بارے میں سوالات کی کثرت ہی بنی۔ بعد ازاں نبی کریم ﷺ نے ان کو اس علم کے اسرار کا امین بنایا، جس کی بنیاد پر آپؓ کا لقب 'صاحب سر رسول اللہ ﷺ' (رسول اللہؐ کے رازدار) عہدِ رسالت ہی میں معروف ہو گیا تھا۔ علامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ بیان کرتے ہیں:

"كان صاحب سر رسول الله ﷺ۔۔۔۔۔۔وقال عبد الله بن يزيد الخطمي عن حذيفة: لقد حدّثني رسول الله ﷺ بما كان وما يكون حتى تقوم الساعة"۱۰؎

حضرت حذیفہؓ رسول اللہ ﷺ کے رازدار تھے۔۔۔ اس کی وجہ حضرت عبداللہ بن یزید خطمی حضرت حذیفہؓ سے ہی روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ماضی کے احوال اور قیامت سے پہلے کے مکمل حالات بتا دیے تھے۔

حضرت حذیفہؓ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں:

"والله! انی لأعلم الناس بكل فتنة هي كائنة، فيما بيني وبين الساعة، وما بي الا ان يكون رسول الله أسرّ اليّ في ذلك شيئاً، لم يحدّثه غيري"۱۱؎

اللہ کی قسم! میں اب سے لے کر قیامت تک ہونے والے فتنوں کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ رسول ﷺ نے مجھے راز کی وہ باتیں بتائیں جو میرے علاوہ اور کسی کو نہیں بتائیں۔

علم الفتن کے متعلق حضرت حذیفہؓ کی ثقاہت پر سب سے مضبوط شہادت حضرت عمرؓ کا اعتراف اور اپنے متعلق ان سے استفسار ہے۔ اس واقعہ کی پوری کیفیت امام مسلمؒ نے یوں بیان کی ہے:

"حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: تم میں سے فتنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث کس کو یاد ہے؟ حضرت حذیفہؓ نے کہا: مجھے یاد ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا: تم بہت جرأت مند ہو، وہ حدیث کس طرح ہے؟انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''مرد کے اہل، مال، اس کی جان، اس کی اولاد اور اس کے پڑوسی سے بھی آزمائش ہے، جس کا کفارہ روزہ، نماز، صدقہ، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے''۔ حضرت عمرؓ نے کہا: میری یہ مراد نہیں ہے۔ میری مراد تو وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح امڈ آئے گا۔ حضرت حذیفہ نے کہا: اے امیر المؤمنین: آپ کو اس فتنہ سے کیا خطرہ ہے؟ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک مقفل دروازہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: اس دروازے کو کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ میں نے کہا: نہیں: بلکہ توڑا جائے گا، حضرت عمرؓ نے کہا: پھر اس بات کا زیادہ خدشہ ہے کہ وہ دروازہ کبھی بند نہیں ہوگا۔ راوی کہتے ہیں: پھر ہم نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا: حضرت عمرؓ جانتے تھے کہ دروازے سے کیا مراد ہے؟انہوں نے کہا: ہاں، جیسے وہ جانتے تھے کہ صبح کے بعد رات ہے۔ میں نے ان سے ایک حدیث بیان کی جو من گھڑت نہیں ہے۔ پھر ہم حضرت حذیفہؓ سے یہ پوچھنے سے ڈرے کہ دروازہ سے کیا مراد ہے؟ ہم نے مسروقؒ سے کہا: تم پوچھو۔ انہوں نے پوچھا تو حضرت حذیفہؓ نے کہا: دروازے سے مراد خود حضرت عمرؓ تھے''۔ ۱۲؎

درج بالا روایت نہ صرف حضرت حذیفہؓ کے علمی استناد کی گواہ ہے، بلکہ اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ کبارِ صحابہؓ آپ سے قیامت کے احوال اور فتنوں کے متعلق دریافت کیا کرتے تھے۔ مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں:

''حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہؓ کی تعریف اس بنا پر کی کہ انہوں نے فتن کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی احادیث من وعن یاد رکھیں اور پورے وثوق کے ساتھ بلا تأمل بیان کرنے کا دعویٰ کیا۔اس لیے کہ آپؓ نے پورے اہتمام کے ساتھ ان احادیث کو یاد رکھا تھا''۔ ۱۳؎

اصحابِ رسولؓ میں کثیر الروایۃ کا اعزاز رکھنے والے صحابی حضرت ابو ہریرہؓ

کا بھی علم الفتن میں بڑا مقام تھا۔ انہوں نے اس علم کو دوسرے علوم کی طرح رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا تھا اور اس کی جزئیات وکلیات سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ اخبار الفتن پر اپنی دست رس کا اظہار انہوں نے خود ان الفاظ میں کیا ہے:

"حفظت من رسول اللہ وعاء ین: فأمّا أحدھما فبثثته، وأما الآخر فلو بثثته قطع ھذا البلعوم" ۱۴؎

میں نے رسول اللہ ﷺ سے علم کے دو برتن محفوظ کیے ہیں: ایک علم تو وہ ہے جو میں نے تم میں پھیلا دیا ہے اور دوسرا علم وہ ہے کہ اگر میں اس کو پھیلا دوں تو (ظالم حکمراں) میرا گلا کاٹ ڈالیں۔

اس روایت میں رسول اللہ ﷺ سے حاصل اور محفوظ کی جانے والی چیزوں کو حضرت ابوہریرۃؓ نے علم کے دو برتنوں سے تشبیہ دی ہے: پہلے علم سے مراد سنت کا علم ہے، جو مسائل واحکام اور فضائل وترغیب سے تعلق رکھتا ہے، جب کہ دوسرے علم سے مراد کیا ہے؟ اس سلسلے میں محدثین کی مختلف آراء ہیں۔ اکثر محدثین کے ہاں اس سے مراد علم الفتن وأشراط الساعۃ ہے۔ علامہ ابن حجر العسقلانیؒ اس روایت کی شرح میں تحریر کرتے ہیں:

"یحتمل أن یکون أراد مع الصنف المذکور ما یتعلق بأشراط الساعۃ وتغیر الأحوال والملاحم فی آخر الزمان" ۱۵؎

اس بات کا احتمال ہے کہ علم کی اس دوسری قسم سے مراد وہ واقعات ہوں جن کا تعلق قیامت کی علامات، حالات کے تغیر اور آخری زمانے کی خون ریز جنگوں سے ہے۔

اسی مفہوم کی ترجمانی کرتے ہوئے شارحِ مشکوٰۃ علامہ عبدالحلیم بن عبدالرحیمؒ لکھتے ہیں:

"اس سے مراد وہ علم ہے جس کا تعلق ان کے زمانہ کے منافقین کے ناموں، بنوامیہ کے ظالم حکم رانوں اور آخری زمانہ میں رونما ہونے والے فتنوں سے ہے"۔ ۱۶؎

علم الفتن سے واقفیت رکھنے والے تیسرے صحابی حضرت تمیم بن اوس داریؓ ہیں۔آپ ہی وہ واحد صحابی ہیں جن سے خود رسول اللہ ﷺ نے واقعۂ جساسہ روایت کیا ہے۔واقعہ جساسہ سے مراد آپؓ کی دجال سے طویل ملاقات کا واقعہ ہے۔غالباً آپ اب تک کے واحد انسان ہیں جس نے دجال سے ملاقات کی۔جساسہ اور دجال سے ہونے والی ملاقات، قربِ قیامت کی علامتوں اور علم الفتن پر آپ کی مہارت کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں آپ کو خطبۂ جمعہ سے پہلے وعظ کہنے کی اجازت دی، تاکہ آپ عوام الناس کو آئندہ پیش آنے والے فتنوں سے متنبہ کریں اور لوگوں کو ان خوف ناک حالات سے خبردار کریں،تاکہ مسلمان ان شرور سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار رہیں۔ ۱۷ ؎

ان تین حضرات کے علاوہ چند اصحابِ رسولؐ ایسے بھی ہیں جن سے ابواب الفتن کے متعلق متعدد روایات مروی ہیں، مثلاً حضرت عمر فاروقؓ ،حضرت علی مرتضیٰؓ ، ام المؤمنین حضرت ام سلمۃؓ ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت نواس بن سمعانؓ ۔ان سے منقول مرویات اس بات پر شاہد ہیں کہ یہ حضرات بھی علم الفتن سے مناسبت رکھتے تھے۔

علم الفتن کی تدوین

تیسرے مرحلہ میں علم الفتن مدوّن صورت میں سامنے آتا ہے۔علم الحدیث کا ایک جزو ہونے کی حیثیت سے اس کی تدوین کا زمانہ اور کیفیت بعینہ علم حدیث جیسی ہی ہے۔چنانچہ احادیث نبوی کے سب سے قدیم دست یاب مجموعۂ حدیث 'صحیفہ ہمام بن منبہ' میں علاماتِ قیامت پر چار احادیث نقل کی گئی ہیں۔۱۸ ؎ بعد ازاں تمام کتب حدیث میں مختلف عنوانات کے تحت باقاعدہ ابواب الفتن قائم کیے گئے۔مثلاً صحاح ستہ میں سے صحیح بخاری میں یہ ابواب 'کتاب الفتن ' کے نام سے،صحیح مسلم میں 'کتاب الفتن و أشراط الساعۃ' کے نام سے، سنن ابی داوٗد میں 'کتاب الفتن والملاحم ' کے عنوان

سے، جامع ترمذی میں 'أبو اب الفتن عن رسول اللّٰہ' کے نام سے اور سنن ابنِ ماجہ میں 'أبو اب الفتن' کے عنوان سے موجود ہیں۔ سنن نسائی میں 'کتاب الجهاد' اور 'کتاب الاستعاذہ' کے زیرِ عنوان چند روایات مذکور ہیں۔ ان کے علاوہ سنن بیہقی، مستدرکِ حاکم، مصنف ابنِ ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق میں بھی علم الفتن سے متعلق روایات مستقل ابواب کے تحت بیان کی گئی ہیں۔ مسند احمد بن حنبل میں بھی کثیر تعداد میں فتن سے متعلق احادیث مروی ہیں۔

علم الفتن کی تدوین مرورِ زمانہ کے ساتھ ارتقائی مراحل طے کرتی گئی، یہاں تک کہ اس موضوع پر مستقل کتب وجود میں آئیں۔ ذیل میں اس موضوع پر تحریر کی جانے والی چند مستقل تصنیفات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱۔ کتاب السنة و الفتن: اس کتاب کے مؤلف امام ابوسعید عبد الرحمٰن بن مہدیؒ (م۱۹۸ھ) ہیں۔ امام احمد بن حنبل کے شیخ اور امام مالکؒ کے معاصر تھے۔ فقہ، حدیث اور علم اسماء الرجال میں بلند مقام رکھتے تھے۔۱۹؎

۲۔ الفتن: ابو عبداللہ حافظ نعیم بنِ حماد المروزیؒ (م۲۲۹ھ) نے تصنیف کی۔ آپؒ امام احمد بن حنبلؒ کے قریبی ساتھیوں میں سے ہیں۔ سب سے پہلی مسند آپ ہی نے مرتب کی تھی۔۲۰؎ مذکورہ کتاب میں احادیث کی تعداد (۲۰۰۱) ہے۔ یہ کتاب علم الفتن میں بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ اپنے عہد کے امام الحدیث، صاحب التصانیف، علوم اسلامیہ میں متقدم تھے۔ آپ کی ثقاہت اور استناد پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ اگرچہ آپ کی کتب میں تفردات کی کثرت ہے۔۲۱؎ اس کتاب کا عربی متن مطبوعہ شکل میں دست یاب ہے اور اردو ترجمہ کتاب الفتن کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

۳۔ کتاب الفتن: اس کی تالیف ابو اسحاق اسماعیل بن عیسیٰ العطار البغدادیؒ (م۲۳۲ھ) نے کی ہے۔ آپ کا شمار بغداد کے سیرت نگاروں میں ہوتا ہے۔۲۴؎

۴۔ کتاب الفتن: اس کے مؤلف ابو بکر عبداللہ بن محمد المعروف ابن ابی شیبہ(م ۲۳۵ھ) ہیں۔ آپ ممتاز محدث و مصنف تھے۔ مختلف موضوعات پر آپ نے متعدد کتب تحریر کی ہیں۔ ۲۳؎

۵۔ الفتن: یہ علم الفتن کے موضوع پر ایک مختصر رسالہ ہے۔ اس کے مؤلف حنبل بن اسحاق الشیبانی (م ۲۷۳ھ) ہیں۔ آپ امام احمد بن حنبل کے چچا زاد بھائی اور شاگرد ہیں۔ ائمہ رجال آپ کو ثقہ مانتے ہیں۔ ۲۴؎

۶۔ الملاحم: یہ کتاب ابو الحسین احمد بن جعفر المناویؒ (م ۳۳۶ھ) نے قربِ قیامت کے احوال پر تحریر کی تھی۔ ۲۵؎ آپ نہایت ثقہ، امانت دار، قول و فعل کے سچے اور روایات نقل کرنے میں نہایت محتاط تھے۔ آپ کی مرویات قابل حجت سمجھی جاتی ہیں۔ کثیر التصانیف اور مختلف علوم میں عبور رکھتے تھے۔ ۲۶؎

۷۔ الفتن: یہ کتاب ابو بکر محمد بن حسین الآجریؒ (م ۳۴۰ھ) نے لکھی ہے۔ آپؒ بغداد کے مشہور فقیہ اور محدث اور کثیر التصانیف تھے۔ ۲۷؎

۸۔ الفتن: اس کی تالیف عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان المعروف ابی الشیخؒ (م ۳۶۹ھ) نے کی ہے۔ ۲۸؎ آپؒ محدث، حافظ الحدیث، ممتاز مفسر اور بلند پایہ مؤرخ تھے۔ ۲۹؎

۹۔ المنبه للفطن من غوائل الفتن: اس کتاب کے مؤلف ابو الحسن علی بن محمد القابسیؒ (م ۴۰۳ھ) ہیں۔ ۳۰؎ آپ پانچویں صدی ہجری کے معروف محدث اور فقیہ تھے۔ ۳۱؎

۱۰۔ السنن الواردة فی الفتن: یہ کتاب ابو عمرو عثمان بن سعید الدانیؒ (م ۴۴۴ھ) نے تالیف کی ہے۔ یہ کتاب الفتن والملاحم اور الفتن الکاینۃ کے نام سے بھی معروف ہے۔ امام دانیؒ اپنے دور میں حافظ الحدیث، الاستاذ الکبیر اور شیخ القراء کے القاب سے مشہور تھے۔ علم الحدیث، علم القراءت اور علم اسماء الرجال میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ ۳۲؎

۱۱۔ **کتاب الفتن:** اس کتاب کے مؤلف ابوبکر محمد بن ولید الطرطوشی (م۵۲۰ھ) ہیں ۔ یہ اپنے زمانے کے امام، متقی اور نہایت عابد وزاہد بزرگ تھے۔ ۳۵؎ مصر کے مستند فقیہ ومفتی اور قادر الکلام شاعر وادیب تھے۔ ۳۴؎

۱۲۔ **أشراط الساعة:** اس کی تالیف ابومحمد تقی الدین عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی (م۶۰۰ھ) نے کی ہے۔آپ 'محدثِ اسلام' کے لقب سے مشہور تھے۔ ۳۵؎

۱۳۔ **التذکرة فی أحوال الموتی و أمور الآخرة:** اس کے مؤلف امام ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی (م۶۷۰ھ) ہیں۔اس کتاب کے دو حصے ہیں: پہلے حصہ میں قیامت کے بعد کے احوال ہیں اور دوسرے حصے میں علم الفتن و اشراط الساعۃ پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے۔ امام قرطبیؒ روایات میں ثقہ اور علم تفسیر میں ممتاز مفسرین میں سے ہیں۔ امام ذہبیؒ اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''آپ کی کتاب التذکرہ آپ کے علم وفہم کی دلیل ہے'' ۔۳۶؎ یہ کتاب شائع شدہ ہے۔اس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید نے 'عبرت کا سامان' کے نام سے کیا ہے۔

۱۴۔ **عقد الدرر فی أخبار الإمام المنتظر:** اس کی تالیف یوسف بن یحیی السلمی المقدسیؒ (م۶۸۵ھ) نے کی ہے۔آپ ساتویں صدی ہجری کے معروف مؤرخ تھے۔ یہ کتاب مطبوعہ شکل میں دست یاب ہے۔ اس کا بڑا حصہ علامات الساعۃ الکبریٰ سے متعلق ہے۔ ۳۷؎

۱۵۔ **النھایة فی الفتن و الملاحم:** علم الفتن کے موضوع پر یہ کتاب ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیرؒ (م۷۷۴ھ) نے تحریر کی ہے۔آپ کا شمار آٹھویں صدی ہجری کے ممتاز مفسرین ومحدثین میں ہوتا ہے۔ آپ بلند پایہ مؤرخ اور روایات میں نہایت ثقہ اور مستند مانے جاتے ہیں۔ ۳۸؎ یہ کتاب علم الفتن کی روایات کے مستند مجموعہ کی حیثیت رکھتی ہے،جس میں مرویات کے ساتھ ان کی تشریح وتوضیح کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مطبوعہ شکل میں دست یاب ہے۔ اس کا اردو ترجمہ 'قربِ قیامت کے فتنے اور جنگیں' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

۱۶۔ القناعة فی ماتحسن الیہ الحاجة من أشراط الساعة: یہ کتاب ابو الخیر محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی (م ۹۰۷ ھ) نے لکھی ہے۔آپ فقیہ، قاری اور اپنے عہد کے نام ور محدث و مؤرخ تھے۔اصول فقہ اور علم الفرائض میں مکمل عبور رکھتے تھے۔۳۹؎

۱۷۔ القول المختصر فی علامات المهدی المنتظر: ظہور امام مہدیؒ کے موضوع پر یہ کتاب احمد بن محمد بن حجر مکی الہیتمیؒ (م ۹۷۳ ھ) نے تحریر کی ہے۔ آپؒ کا شمار مصر کے معروف فقہاء میں شمار ہوتا ہے۔تمام اسلامی علوم میں دست رس رکھتے تھے۔آپ نے کثیر تعداد میں کتب تصنیف کیں۔۴۰؎

علم الفتن وأشراط الساعة پر یہ مستقل تصنیفات عہدِ رسالت سے لے کر تاریخ اسلامی کے پہلے ہزار سال میں تحریر ہوئیں۔ان کتب کے مؤلفین کے زمانۂ حیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر تحریر و تالیف کا کام بغیر انقطاع کے مسلسل جاری رہا۔

علم الفتن پر چند اہم تالیفات

ذیل میں ان بعض اہم کتب کی فہرست پیش کی جاتی ہے جو مذکورہ بالا کتب کے بعد زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آئیں۔ان میں سے بعض تو مکمل علم الفتن پر ہیں، جب کہ بعض کتب ایسی ہیں جو علم الفتن کے کسی خاص جزو پر تحریر گئی ہیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	کتاب مؤلف	مطبوعہ	سن اشاعت
۱	الاشاعة لأشراط الساعة	محمد بن رسول البرزنجی الحسینی	دار الحدیث، القاہرة	۲۰۰۲ء
۲	أهوال یوم القیامة وعلاماتها الکبری	علامہ محمد السفارینی	مؤسسة الکتب الثقافیة	۱۹۸۶ء
۳	الأحادیث الواردة فی الملحمة الکبری	وائل ابراہیم محمد سعود	دار الفرقان للنشر والتوزیع عمان	۲۰۰۸ء

۴	أشراط الساعة	یوسف بن عبداللہ بن یوسف الوابل	دار ابن جوزی، دمام	۲۰۰۴ء
۵	أشراط الساعة الكبرى فی ضوء القرآن الكريم	ڈاکٹر فہد بن عبدالعزیز الفاضل	دارِ طیبہ للنشر والتوزیع، بیروت	۲۰۰۴ء
۶	أشراط الساعة و العلامات الصغرى الوسطى	ماہر احمد صوفی	المكتبة العصرية، بیروت	۲۰۰۹ء
۷	أشراط الساعة و العلامات الكبرى	ماھر احمد صوفی	المكتبة العصرية، بیروت	۲۰۰۴ء
۸	بشرى البشر فی حقيقة المهدی المنتظر	محمود الغرباوی	دار الكتاب العربی، دمشق	۲۰۰۴ء
۹	علامات القيامة الكبرى	الشیخ محمد متولی الشعراوی	المكتبة العصرية، بیروت	۲۰۰۹ء
۱۰	علامات القيامة و أشراطها	ڈاکٹر سید الجمیلی	دار مكتبة الهلال، بیروت	۱۹۹۶ء
۱۱	حديث الفتن و الثورات	منصور عبدالحکیم	دار الكتاب العربی، دمشق	۲۰۱۴ء
۱۲	اتحاف الجماعة بما جاء فی الفتن والملاحم وأشراط الساعة	محمود بن عبداللہ التویجری	دار الصمیعی، ریاض	۱۴۱۴ھ
۱۳	المسيح المنتظر و نهاية العالم	عبدالوہاب عبدالسلام	دار السلام للنشر والتوزیع، بیروت	۲۰۰۸ء

۱۴	الاذاعۃ بما کان وما یکون بین یدی الساعۃ	ابوالطیب محمد صدیق خان الحسینی البخاری القنوجی	دارالکتاب العربی، بیروت	۱۴۲۶ھ
۱۵	نہایۃ العالم	ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن العریفی	دارالتدمریۃ، ریاض	۲۰۱۰ء
۱۶	نھایۃ العالم	ڈاکٹر مصطفی مراد	کلیۃ الدعوۃ، جامعۃ الازہر، مصر	۲۰۰۳ء
۱۷	المسیحان یلوحان فی الافق	یوسف رشاد	دارالکتاب العربی، دمشق	۲۰۱۱ء
۱۸	یوم الغضب	ڈاکٹر سفر بن عبد الرحمٰن الحوالی، مترجم: رضی الدین سید	انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ، کراچی	۲۰۰۲ء
۱۹	ھرمجدون	امین محمد جمال الدین مترجم: پروفیسر خورشید عالم	صفہ پبلشرز، لاہور	۲۰۰۵ء
۲۰	عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسی علیہ السلام	علامہ سید انور شاہ کشمیری	زمزم پبلی کیشنز، کراچی	۱۴۲۵ھ
۲۱	معرکۂ ایمان و مادیت	مولانا سید ابوالحسن ندوی	مجلس نشریات اسلام، کراچی	۱۹۷۲ء
۲۲	علامات قیامت اور نزول مسیح	مفتی محمد شفیع	مکتبہ دارالعلوم، کراچی	۲۰۰۸ء
۲۳	دجالی فتنہ کے نمایاں خدوخال	سید مناظر احسن گیلانی	ادارہ تالیفات اشرفیہ	۱۴۲۵ھ

۲۴	فتنۂ دجال۔قرآن و حدیث کی روشنی میں	مولانا حافظ محمد ظفر اقبال	مشتاق بک کارنر، لاہور	۲۰۱۱ء
۲۵	اصحاب کہف اور یاجوج ماجوج	مولانا ابو الکلام آزاد	طارق اکیڈمی، فیصل آباد	۲۰۰۰ء
۲۶	قیامت سے پہلے کیا ہوگا؟	مجموعہ مضامین متفرق علماء	المیز ان، لاہور	۲۰۰۶ء
۲۷	عقیدہ ظہور مہدی	ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی شہید	مکتبہ شامزئی، کراچی	۲۰۰۸ء
۲۸	انبیاء کی سرزمین میں	مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی	ادارۃ المعارف، کراچی	۲۰۰۷ء
۲۹	دجال (۳ جلدیں)	اسرار عالم	طیب پبلشرز، لاہور	۲۰۰۵ء
۳۰	ظہور مہدی اور ہمارے اندازے	نثار احمد خاں فتحی	مکتبۃ الشیخ، کراچی	س۔ن
۳۱۔	دجال ۱۔۲۔۳	مفتی ابولبابہ شاہ منصور	السعید، کراچی	۲۰۱۰ء
۳۲	موسوعۃ أحادیث الفتن والملاحم وأشراط الساعۃ	ڈاکٹر ہمام عبد الرحیم السعید	جہاد الاستاذ للنشر، ریاض	۱۴۲۹ھ
۳۳	الأربعین فی الفتن	مفتی محمد مسعود ظفر	دار التحقیق، فیصل آباد	۲۰۱۴ء

درج بالا فہرست کے ذریعے علم الفتن کے علمی و تحقیقی ذخیرہ کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر اس کے علاوہ بھی کثیر تعداد میں مستند کتب تحریر کی جا چکی ہیں۔

حواشی ومراجع

۱۔ الزبیدی، سید محمد مرتضیٰ الحسینی، تاج العروس من جواہر القاموس، کویت: التراث العربی، ۲۰۰۱ء، ۳۵/ ۹۲

۲۔ اصفہانی ،راغب،امام،مفردات،قاہرہ:المکتبۃ الیمینیۃ،۱۳۲۴ھ،ص ۳۸۷
۳۔ العسقلانی،ابن حجر،فتح الباری بشرح صحیح البخاری،دارالمعرفۃ :بیروت،۱/۳۰۳
۴۔ ابن کثیر،اسماعیل بن عمر،النہایۃ فی الفتن والملاحم،القاہرۃ:دارالحدیث،۲۰۰۳ئ،ص ۷
۵۔ قاری،ملاعلی،مرقاۃالمفاتیح شرح مشکوۃالمصابیح،بیروت: دارالفکر،۲۰۰۲ئ،۱/۲۰۹
۶۔ الادریسی،ڈاکٹرعبدالواحدادریس،فقہ الفتن،ریاض:دارالمنہاج للنشر والتوزیع،۲۰۰۲ئ،ص۲۹
۷۔ کاندھلوی،محمدادریس،التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح، دمشق:مطبعۃ الاعتدال،س۔ن، ۶/۱۳۳، ۱۳۴
۸۔ مودودی،سیدابوالاعلیٰ،تفہیم القرآن،لاہور: مکتبہ تعمیرانسانیت،۱۹۷۷ء،۵/۲۲۸
۹۔ القشیری،مسلم بن الحجاج،ابوالحسین،الامام،الجامع الصحیح، ۷۲۶۳
۱۰۔ العسقلانی،ابن حجر،امام،تہذیب التہذیب،حیدرآباددکن: مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، ۱۳۲۵ھ،۲/۲۲۰
۱۱۔ القشیری،مسلم بن الحجاج،الجامع الصحیح، ۷۲۶۲
۱۲۔ حوالہ سابق، ۷۲۶۸
۱۳۔ عثمانی،محمدتقی،تکملہ فتح الملہم بشرح صحیح مسلم،بیروت: داراحیاءالتراث العربی،۶/۲۲۵
۱۴۔ بخاری،محمدبن اسماعیل،الجامع الصحیح،۱۲۰
۱۵۔ العسقلانی،ابن حجر،امام،فتح الباری بشرح صحیح البخاری،بیروت: دارالمعرفۃ،۱/۲۱۷
۱۶۔ چشتی،محمدعبدالحلیم،البضاعۃ المزجاۃ فی شرح المشکوٰۃ،ملتان: مکتبہ حقانیہ،۱/۵۲۷
۱۷۔ الذہبی،شمس الدین،سیراعلام النبلائ،لبنان: بیت الافکارالدولیۃ،۱/۶۳۔۱۲۶۲
۱۸۔ محمدحمیداللہ،تحقیق صحیفہ ہمام ابن منبہ عن ابی ہریرۃ ؓ،لاہور:بیکن بکس،۲۰۰۷ئ،۲۲ تا ۲۵
۱۹۔ القاضی،عیاض،ترتیب المدارک وتقریب المسالک،المملکۃ العربیہ السعودیۃ:وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ، ۱۴۰۳ھ،ص ۲۰۷
۲۰۔ الذہبی،شمس الدین،سیراعلام النبلائ،دارالفکرللطباعۃ والنشر والتوزیع،۹/۲۴۹-۲۵۸
۲۱۔ حوالہ سابق
۲۲۔ الندیم،محمدبن اسحاق،الفہرست،بیروت: دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر،ص۱۵۹
۲۳۔ حوالہ سابق،ص ۳۲۰

۲۴۔ الذھبی، شمس الدین، الامام، سیر اعلام النبلائ، ۱۰/۴۶۱

۲۵۔ الدعجانی، طلال ابنِ سعود، موارد ابنِ عساکر فی تاریخ دمشق، المملکۃ العربیہ السعودیۃ: وزارۃ التعلیم العالی، ۱/۴۷۴

۲۶۔ الخطیب البغدادی، تاریخ مدینۃ السلام، بیروت: دار الغرب، ۲۰۰۱ئ، ۱۱۵/۱۱۰-

۲۷۔ کحالہ، عمر رضا، معجم المؤلفین، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۹۳ئ، ۲۵۲۳/

۲۸۔ الکتانی، محمد بن جعفر، الرسالۃ المستطرفۃ، بیروت: دار البشائر الاسلامیۃ، ۱۹۹۳ئ، ص ۴۹

۲۹۔ کحالہ، عمر رضا، معجم المؤلفین، ۲/۷۶۲

۳۰۔ حوالۂ سابق، ۲/۵۰۲

۳۱۔ الذھبی، شمس الدین، سیر اعلام النبلائ، ۲/۲۸۳۵

۳۲۔ کبری زادہ، احمد بن مصطفی، مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۲/۴۱

۳۳۔ ابن خلکان، احمد شمس الدین بن محمد، وفیات الاعیان، للطباعۃ درِ دارا، س۔ن، ۱/۵۴

۳۴۔ الذھبی، شمس الدین، سیر اعلام النبلائ، لبنان: بیت الافکار الدولیۃ، ۳/۲۸۳۵

۳۵۔ الکتانی، محمد بن جعفر، الرسالۃ المستطرفۃ، بیروت: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۹۹۳ئ، ص ۴۹

۳۶۔ الذھبی، شمس الدین، سیر اعلام النبلائ، لبنان: بیت الافکار الدولیۃ، ۳/۳۲۱۷

۳۷۔ کحالہ، عمر رضا، معجم المؤلفین، ۱/۷۹۴

۳۸۔ حوالۂ سابق، ۱/۳۷۳

۳۹۔ حوالۂ سابق، ۳/۹۹۳

۴۰۔ حوالۂ سابق، ۱/۲۹۳

پاکستان میں

سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی کے لیے رابطہ کریں:

جناب سجاد الٰہی صاحب، 27-A، لوہا مارکیٹ، مال گودام روڈ، بادامی باغ، لاہور

Tel: 0300-4682752, (R)5863609, (O)7280916

Email: abdulhadi_133@yahoo.com

مکی دور کی احادیث۔سیرتِ ابن اسحاق میں

(۳)

———————— پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی

دوسرے واقعاتِ سیرت

ابن اسحاقؒ نے اسراء ومعراج کی اپنی احادیث کے بعد دوسرے واقعاتِ سیرت کا ذکر کیا ہے، جن میں اول کا عنوان ہے: **المستھزء ون بالرسول علیه السلام** (رسول ﷺ کا مذاق اڑانے والے)۔ واقعۂ معراج کے بعد رسول اکرم ﷺ صبر و استقامت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور اپنی قوم کو نصیحت فرماتے رہے، لیکن ان سے استہزائ، تمسخر، ایذا اور تکذیب کا صلہ پاتے رہے۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ کی روایتِ یزید بن رومان کے مطابق پانچ بڑے استہزاء کرنے والے تھے، جو اپنی قوم و خاندان میں صاحبانِ جاہ وشرف اور حاملینِ اثر و رسوخ تھے۔ ان میں سے ایک اسود بن مطلب اسدی تھا، جس کی کنیت ابوزمعہ تھی۔ اس کی ایذا وتکذیب پر آپؐ نے بدعا کی: ’’**اللھم أعم بصرہ واثکله ولدہ**‘ (اے اللہ! اسے اندھا اور بے اولاد کردے) اور وہ دعا قبول ہوئی۔ محقق حمدی نے اس پر حاشیہ لکھا ہے اور اس کی تخریج کی ہے۔(۲/ ۳۷) ۴۷ے

بنوعبدمناف کے جوار کی حدیث

بزرگ ترخاندانِ رسالت بنوعبدمناف کے دو قریبی رشتہ دار ابوالعاص بن حکم اموی اور ابولہب ہاشمی آپ کے سب سے قریبی پڑوسی تھے۔ دوسرے پڑوسی

عقبہ بن ابی معیط اموی، عدی بن حمراء ثقفی، ابن الاصداء ہذلی تھے۔ یہ لوگ بہ قول ابن اسحاقؒ آپ کو آپ کے گھر میں ایذا پہنچاتے تھے۔ ان میں سے کوئی نماز میں آپ پر بکری کی اوجھڑی ڈالتا، کوئی آپ کی ہانڈی میں، جب وہ چولھے پر رکھی جاتی، گندگی پھینک دیتا۔ لہٰذا آپ نے ان کی ایذا سے بچنے کے لیے ایک بڑے پتھر کو بہ طور پناہ گاہ لگا لیا تھا۔ اسی طرح وہ لوگ راستے میں اور آپ کے دروازے پر گندگی اور کوڑا کرکٹ ڈال دیتے۔ آپؐ گھر واپس آتے تو اسے اٹھا کر پھینک دیتے اور فرماتے: ''اے بنوعبدمناف! یہ کیسا جوار (پڑوس) ہے؟! یہ حضرت عروہ بن زبیر کی روایت ہے۔ حمدی محقق کا اس پر حاشیہ نہیں ہے۔

البتہ دوسری روایتِ عروہؒ بن زبیر پر علامہ البانیؒ کی تنقید فقہ السیرۃ غزالی کے حوالے سے ہے کہ وہ ضعیف حدیث ہے، جس کو ابن اسحاق نے صحیح سند سے مرسل روایت کیا ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ کسی احمق نے راستے میں سرِ مبارک پر خاک ڈال دی۔ دختران نبوی میں سے کوئی آپ کا سر دھوتی جاتیں اور روتی جاتیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ''لاتبکی یا بُنیۃ، فان اللہ مانع أباک'' اور اسی دوران فرمایا ''ما نالت قریش شیئاً أکرھہ، حتی مات أبو طالب۔ ۲ / ۲۴'' (اے دختر، نہ رو، کیوں کہ اللہ تیرے باپ کی حفاظت کرنے والا ہے... قریش نے میرے ساتھ ایسی کوئی حرکت نہیں کی جسے میں ناپسند کرتا، یہاں تک کہ ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔)

اکابرِ قریش کے کلمہ پڑھنے کی حدیث

اشرافِ قریش سے رسول اکرم ﷺ مسلسل التجا کرتے کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئیں کہ اس کلمہ کے سبب عرب و عجم کے فرماں روا ہوں گے، لیکن وہ نہ سنتے۔ ابن اسحاقؒ نے اس تناظر میں کئی مختصر احادیث نقل کی ہیں:

۔ ابوطالب ہاشمی کے پاس ایک وفدِ اشراف آیا، جس میں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف، ابوسفیان بن حرب اور دوسرے اشراف و اکابر شامل

تھے۔آپؐ کی موجودگی میں آپ کے بارے میں بات کی تو آپ نے ان سے فرمایا:

"**نعم، كلمة واحدة تعطونيها تملكون بها العرب وتدين لكم بها العجم**" (ہاں، صرف ایک کلمہ کہہ دو، اس پر تم عرب کے مالک ہو جاؤ گے اور عجم تمہارے باج گزار بن جائیں گے۔) ابوجہل نے کہا: کس کلمہ کے عوض؟ آپ نے فرمایا: "**تقولون لا اله الا الله وتخلعون ما تعبدون من دونه**" (تم لا الہ الا اللہ کہہ دو اور اللہ کے علاوہ جن کو پوجتے ہو ان سے دست بردار ہو جاؤ۔) انہوں نے نہ مانا اور منتشر ہو گئے۔ ابوطالب نے رسول اکرم ﷺ سے کہا: "بھتیجے! میرا خیال ہے کہ تم نے ان سے کوئی غلط بات نہیں کہی۔" آپ کو ان کے اسلام لانے کی امید ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا: "**أى عم، فأنت فقلها، استحلّ لک بها الشفاعة يوم القيامة**۔" (چچا جان! آپ یہ کلمہ پڑھ لیں تو میں روزِ قیامت آپ کے حق میں شفاعت کروں گا۔)

یہ دعوتِ نبوی کا واقعہ جناب ابوطالب کے مرض الوفات کا ہے۔ انہوں نے کہا کہ خاندان کی بدنامی کا سبب نہ بنتا تو میں کہہ دیتا۔ ابوطالب کا جب آخری وقت آیا تو ان کے برادر حضرت عباسؓ نے آپ کا کان ان کے حرکت کرتے لبوں سے لگایا اور آپ سے فرمایا: میرے بھائی نے وہی کلمہ کہا ہے جو آپ نے ان سے کہلوایا تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا: "**لم أسمع**" (میں نے نہیں سنا۔) اس پر حمدی محقق کا کوئی حاشیہ نہیں ہے۔ (۲ / ۴۳)

سفرِ طائف کی احادیث

سیرتِ ابن اسحاق کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے بعثت کے دسویں سال ابوطالب کی وفات کے بعد طائف شہر کا سفر کیا۔ اس کا بنیادی مقصد ثقیف کے تین عظیم ترین اکابر کی نصرت وحمایت طلب کرنا تھا، جو ان کے قبولِ اسلام سے از خود آپؐ کو مل جاتی اور اگر وہ قبولِ حق سے انکار کرتے، لیکن ابوطالب کی طرح حمایت و جوار دینے پر آمادہ ہو جاتے تو آپ کو وہ پناہ گاہ مل جاتی جو وفاتِ ابوطالب سے مکہ میں باقی نہیں رہی تھی۔ تینوں ساداتِ ثقیف نے آپ کا پیش کردہ پیغامِ حق ٹھکرا دیا اور حمایت و نصرت

دینے سے بھی انکار کر دیا۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ ”جو کچھ تم نے کیا، اس کو ظاہر نہ کرنا کہ اگر لوگوں کو اس کا پتہ چلے گا تو وہ آمادۂ فساد ہوں گے۔“ لیکن انھوں نے نہ صرف اس کو افشا کیا اور فسانۂ عام بنا دیا، بلکہ آپ کو ستانے اور ایذا دینے کے لیے بدقماشوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ بنوجمح قریش کی ایک خاتون، جس نے یہ سب دیکھا تھا، اس سے آپ کی ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا: ”ہم کو تیرے سسرالیوں سے کیا انعام ملا؟“ ان دونوں احادیثِ ابن اسحاقؒ پر حمدی کا کوئی حاشیہ نہیں ہے۔ (۲/ ۴۴) ۴۸؎

حضرت عداسؓ سے ملاقات

محقق حمدی نے عتبہ وشیبہ کے باغِ نخلہ میں حضرت عداسؓ سے آپ کے مکالمات و احادیث کی تخریج نہیں کی ہے اور نہ ان پر حاشیہ لکھا ہے۔ مالکانِ باغ کے بھیجے ہوئے ہدیۂ انگور کو آپ نے ’بسم اللہ‘ کہہ کر تناول فرمایا۔ عداسؓ کی حیرت پر آپ نے ان سے پوچھا کہ ”عداس! تم کس علاقے کے ہو؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ وہ نصرانی ہیں اور نینویٰ کے باشندے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: ”مرد صالح یونس بن متیّٰ کے گاؤں کے“ ان کے استعجاب پر آپؐ نے وضاحت کی کہ ”وہ میرے بھائی تھے۔ وہ نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں“۔ حضرت عداسؓ نے یہ سن کر آپ کی قدم بوسی اور دست بوسی کی اور اسلام لے آئے۔ (۲/ ۴۵) ۴۹؎

دعائے نبوی

اکابرِ قریش کے بعد ساداتِ ثقیف سے ستم کا اندوہ اٹھانے اور ان کے اوباشوں سے سخت جسمانی تکلیف پانے کے بعد آپ نے دعا کی: ”اللهم إليك أشكو ضعف قوتي، وقلّة حيلتي، وهواني على الناس، يا أرحم الراحمين، أنت رب المستضعفين، وأنت ربي، إلى من تكلني؟ إلى بعيد يتجهمني؟ أم إلى عدوٍ ملكته أمري؟ إن لم يكن بك عليّ غضب فلا أبالي، ولكن عافيتك هي أوسع لي، أعوذ بنور وجهك الذي أشرقت له الظلمات وصلح عليه أمر الدنيا والآخرة من أن تنزل بي غضبك، أو يحل عليّ

سخطک، لک العتبی حتی ترضی، ولاحول ولا قوۃ الا بک۔'' ۵۰

قبائل عرب سے طلبِ نصرت وحمایت

ابن اسحاقؒ نے اور ان کی پیروی میں دوسرے سیرت نگاروں نے اس کا عنوان لگایا ہے: 'عرض رسول اللہ ﷺ نفسہ علی القبائل'۔ اس سے متعدد متاخر سیرت نگاروں کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ آپؐ نے قبائل عرب سے مطالبۂ نصرت واسلام سنہ ۱۰ نبوی کے بعد کیا تھا، حالاں کہ امام ابن اسحاقؒ نے پوری وضاحت سے لکھا ہے کہ علانیہ تبلیغ اسلام کے بعد سے ہر سال آپ قبائل عرب اور ان کے اکابر سے ملتے اور یہ مطالبات کرتے تھے۔ اکابر وشیوخِ عرب سے ملاقاتوں کے ضمن میں رسول اکرم ﷺ نے ان سے مکالمات فرمائے اور وہ احادیث کی شکل اختیار کر گئے۔ ان میں میں سے بعض چیدہ احادیث کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

حضرت ربیعہ بن عبادؓ نے اپنے والد ماجد سے بیان کیا کہ منی میں رسول اللہ ﷺ عرب قبائل کے ڈیروں (منازل) پر ٹھہرتے اور ان کو مخاطب کر کے فرماتے: ''یا بنی فلان، انی رسول اللہ الیکم، یأمرکم أن تعبدو اللہ و لا تشرکوا بہ شیأ، و أن تخلعوا ماتعبدون من دونہ من ھذہ الأنداد، وأن تومنوا بی، وتصدقوا بی، و تمنعونی، حتی أبین عن اللہ مابعثنی بہ'' اس پر حمدی حاشیہ یہ ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ احمد، ابن معین، ابو حاتم اور نسائی وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (۲/ ۴۶) ۵۱

امام سہیلی نے اس باب کے ایک تتمہ میں بعض دوسرے قبائل عرب سے ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ ان میں بنوذہل بن ثعلبہ سے نبوی ملاقات کا کافی مفصل ذکر ہے اور مختلف مکالمات کے علاوہ احادیث بھی ہیں، جیسے ''... أدعوا الی شھادۃ أن لا إلہ إلا اللہ وحدہ لا شریک لہ و أنی رسول اللہ، و الی أن توؤونی و تنصرونی، فان قریشاً قد ظاھرت علی أمر اللہ و کذبت رسولہ، و استغنت بالباطل عن الحق، و اللہ ھو

الغنی الحمید'' اس کے بعد آپ نے سورۂ انعام :۱۵۱ کی تلاوت کی۔ ان کے سردار مفروق بن عمر کی مزید فرمائش پر سورۂ نحل:۹۰ بھی پڑھی۔ اس وفد میں ان کے قبیلہ کے سردار اور ماہر جنگ (صاحبنا و صاحب حربنا) حضرت مثنیٰ بن وارثہؓ بھی تھے۔ انھوں نے اپنے ساتھی سردار ہانی بن قبیصہ کے جواب سے اتفاق کیا اور صرف 'میاہ عرب' کے علاقے میں نصرت وحمایت کی بات کہی اور ایرانی علاقے میں اس سے عذر کیا۔ اس مشروط جواب پر آپؐ نے فرمایا: ''ماأسأتم فی الرد، إذ افصحتم بالصدق، و ان دین اللہ لمن ینصرہ الا من حاطہ من جمیع جوانبہ۔ أرایتم إن لم تلبثوا الا قلیلاً حتی یورثکم اللہ أرضھم وأموالھم، ویفرشکم نساء ھم، أتسبحون اللہ و تقدسونہ'' آپ نے سورۂ احزاب:۴۶ کی بھی تلاوت کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ساتھ تھے۔ ان سے بھی بعض ارشادات فرمائے۔''۵۲؎

سوید بن صامت یثربی شاعر وحکیم اور سردار بنی عمرو بن عوف سے ملاقات میں رسول اکرم ﷺ نے ان سے ان کے کافی اشعار اور ان کا کلامِ حکمت سنا۔ ان کا وہ حکیمانہ کلام 'مجلۃ لقمان' کا تھا، جس کو 'حکمتِ لقمان' کہا گیا ہے۔ حضرت لقمان حکیم کی حیثیت سے عرب قبائل اور خاص کر ان کے شعراء وخطباء میں معروف تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ''میرے پاس اس سے بہتر کلام ہے۔ وہ قرآن ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتارا ہے اور وہ ہدایت ونور ہے۔'': ''ان ھذا الکلام حسن، و الذی معی أفضل من ھذا، قرآن أنزلہ اللہ تعالی علیّ، ھو ھدی و نور '' اس پر حمدی حاشیہ بہت دل چسپ ہے: ''اگر یہ قوم صحابہ میں سے تھی تو اس کی اسناد صحیح ہے اور اگر وہ تابعین میں سے تھی تو وہ مرسل ہے...'' (۲/ ۴۷-۴۹)۵۳؎

یثرب کے ایک اور شیخ وفد، جو قریش سے خزرج کے خلاف حلف کا معاہدہ کرنے گیا تھا، بنوعبد الاشہل/ اوس کے سردار تھے اور ان کا نام تھا: ابوالحیسر انس بن رافع۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ھل لکم فی خیر مما جئتم لہ؟ انا رسول اللہ بعثنی الی العباد، أدعوھم الی أن یعبدوا اللہ و لا یشرکوا بہ شیأ، و أنزل

علیٰ الکتاب'' پھر آپ نے ان سے اسلام کی وضاحت کی اور ان کو قرآن پڑھ کر سنایا''۔اس پر حمدی حاشیہ نہیں ہے۔(۲/۴۹) ۵۴۔

متعدد دوسرے عرب قبائل سے نبوی ملاقاتوں اور ان کے دوران میں مکالموں اور حدیثوں کا ذکر متعدد اامامانِ حدیث نے کیا ہے۔ان میں یہ قبائل شامل ہیں:

۱۔بنو ہمدان۔امام احمد و حاکم وغیرہ متعدد محدثین۔

۲۔بنوبکر بن وائل۔حافظ ابونعیم اور یحییٰ بن سعید الاموی، جن سے آپ نے ایران پر فتح پانے کی پیش گوئی کی تھی۔

۳۔بنوعبس۔واقدی کی روایت رکھتا ہے اور حضرت میسرہ بن مسروق عبسی رضؓ نے آپ سے متعدد ملاقاتوں کا ذکر کیا ہے، جو منازلِ قبائل کے دوروں کے زمانے میں ہر سال ہوتی تھیں۔ بعد میں وہ مسلمان ہو گئے تھے، اگرچہ وہ اسلام کے قائل اور رسول اکرم ﷺ کی سچائی کے معترف شروع سے تھے۔۵۵۔

اوس وخزرج کے قبائل سے ملاقاتیں

ابن اسحاقؒ نے دوسرے عرب قبائل اور ان کے سرداروں سے ملاقاتوں کا سلسلہ بالآخر یثرب کے شیوخ و سادات سے انفرادی زیارتوں اور دعوتوں سے ملادیا ہے۔ان کا مختصر ذکر اوپر آچکا ہے۔ان سے متعلق بعض احادیث و واقعات کا بھی ذکر آیا ہے۔خاص اوس وخزرج کے دو بڑے قبیلوں سے ملاقات نبوی کا واقعہ اجتماعی دعوت وطلبِ نصرت کا ہے۔ان میں سے 'چھ خزرجی نفر' سے ملاقات کو اولیت حاصل ہے۔بالعموم سیرت نگاروں نے ان کو بنوخزرج کے چھ افراد قرار دیا ہے، جب کہ وہ اصلاً ان کے شیوخ و سادات تھے اور حج کے ساتھ قریش سے حلف یا جنگی معاہدہ کرنے کا ایک سیاسی مقصد رکھتے تھے، کیوں کہ ان سے پہلے ان کے حریف اور دشمن قبیلہ اوس کے شیوخ نے ایاس بن معاذ والے وفد میں قریش سے اسی قسم کا معاہدہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ان سے ملاقاتِ نبوی کے دوران بات چیت کا آغاز بہرحال مکالمات کی صورت

میں ہوا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان سے سوال کیا: ''تم کون ہو؟'' انہوں نے خزرج کے نفر ہونے کی بات کہی تو آپؐ نے دوسرا سوال کیا: کیا یہود کے موالی ہو؟ ان کے اثبات میں جواب دینے پر آپؐ نے ان سے بات چیت کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ جب وہ بیٹھ گئے تو آپؐ نے ان کو اللہ عز وجل کی طرف بلایا، ان پر اسلام پیش کیا اور ان کو قرآن سنایا۔ ان خزرجی شیوخ نے آپ کی دعوت سنی تو جان لیا کہ آپ وہی سچے رسول ہیں جن کی بشارت یہود دیا کرتے تھے اور ان کی مدد سے خزرج کو جلاوطن کرنے کی دھمکیاں دیتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے آپ کی دعوت قبول کرلی اور اسلام لے آئے'' اس پر حاشیہ حمدی میں ہے کہ البانی نے السیر ۃ میں کہا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے۔(۲/ ۴۹۔۵۰) اس کے بعد ان چھ خزرجی نفر کے اسماء گرامی ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ سب اپنی اپنی قوم، خاندان کے رؤساء وشیوخ تھے۔

بیعت عقبۂ اولیٰ کو بالعموم 'بیعۃ النسائ' کہا جاتا ہے کہ آپ عورتوں سے ان ہی شرائط پر بیعت فرماتے تھے۔ ابن اسحاقؒ نے شریکِ بیعت صحابی حضرت عبادہ بن صامتؓ سے دوسندوں کے ساتھ دو الگ الگ احادیث نقل کی ہیں، جو الفاظ ومعانی میں قریب قریب یکساں ہیں:

''... فبایعنا رسول اللہ ﷺ علی بیعۃ النسائ، و<u>ذلک قبل أن تفترض الحرب</u>، علی أن لانشرک باللہ شیأ، ولا نسرق، ولا نزنی ولانقتل أولادنا، ولا نأتی ببھتان نفتریہ من بین أیدینا وأرجلنا، ولا نعصیہ فی معروف، فان وفیتم فلکم الجنۃ، وان غشیتم من ذلک شیأ فأمرکم الی اللہ عز وجل، ان شاء عذب وان شاء غفر۔''

دوسری حدیث، جو امام زہریؒ کے واسطے سے ہے، اول حدیث میں خط کشیدہ جملہ اور پس منظر نہیں رکھتی ہے اور آخر میں 'وان غشیتم من ذلک شیأ'' مختلف الفاظ رکھتی ہے: ''فأخذتم بحدہ فی الدنیا فھو کفارۃ لہ، وان سترتم علیہ الی یوم القیامۃ فأمرکم...'' باقی اول کی طرح خاتمہ رکھتی ہے۔(۲/ ۵۲) اس پر حمدی حاشیہ نہیں ہے۔ ۵۴

مدینہ کی مسجد میں نماز جمعہ

نقیبوں کے نقیب حضرت اسعد بن زرارہ خزرجیؓ نے رسول اکرم ﷺ کی اجازت و تعلیم سے ہجرت سے قبل مدینہ میں نماز جمعہ قائم کی۔ مکی دور نبوی میں اسلامی احکام کے ارتقاء کا یہ ایک باب ہے، جو بتاتا ہے کہ اکثریت والی مسلم آبادی میں نماز جمعہ مع اپنی شرائط کے قائم کی جائے۔ مشرق کے قبیلہ بنو عبدالقیس نے بحرین کی مسجد حواثی میں اور اوس وخزرج نے یثرب کی مسجد میں جو ھزم النبیت نامی علاقے میں تھی اور جو بنو بیاضہ کے حرہ میں تھی، اولاً چالیس نمازیوں کے ساتھ جمعہ قائم کیا۔ اس علاقے و مقام کو نقیع الخضمات کہا جاتا تھا۔ بعد میں اسی جگہ مسجد نبوی تعمیر کی گئی۔ حمدی محقق نے ابن اسحاقؒ کی اس روایت کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے جو امام موصوف سے محمد بن ابی امامہ بن سہل بن حنیف نے اپنے والد ماجد سے اور انہوں نے صحابی جلیل حضرت کعب بن مالک خزرجیؓ کے فرزند عبدالرحمن سے روایت کی تھی۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ بعد کے زمانے میں جب بھی حضرت کعب بن مالکؓ اذانِ جمعہ سنتے تو حضرت اسعد بن زرارہؓ پر درود بھیجتے اور ان کے لیے استغفار کرتے۔ فرزند گرامی نے پدر مکرم سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ وہ حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہؓ ہی تھے جنہوں نے اول اول اس مقام و مسجد پر نماز جمعہ قائم کی تھی۔ (۲ / ۵۳) ۵۷۔

دوسری یا آخری بیعت عقبہ

تاریخی ترتیب سے ابن اسحاقؒ نے آخری بیعتِ عقبہ، جسے بعض دوسری اور بعض تیسری قرار دیتے ہیں، کے بارے میں کئی احادیث نقل کی ہیں۔ حسب دستور وہ فریقین یا شرکاء کے مکالمات اور رسول اکرم ﷺ کے کلمات عالیہ کے ساتھ راویان کرام کے بیانات کے متون بھی رکھتی ہیں۔ ان سب کی تفصیل طولِ کلام کا باعث ہوگی، لہٰذا بیانات و مکالمات کا پس منظر و خلاصہ بیان کر کے خالص احادیث کے متون پر توجہ مرکوز رکھی جائے گی۔

حضرت براء بن معرور خزرجیؓ کا قبلہ

ابن اسحاقؒ نے اپنی سند سے یہ طویل حدیث بیان کی ہے: ابن اسحاق سے معبد بن کعب بن مالک بن ابی کعب بن القین بنوسلمہ نے اپنے بھائی عبداللہ بن کعب سے بیان کیا، (وہ انصار کے عالم تھے) کہ ان کے والد حضرت کعب بن مالکؓ نے ان سے اسے روایت کیا۔ حضرت کعب بن مالکؓ آخری بیعت میں شریک و شاہد تھے۔ ان کے قومی وفد حجاج میں ان کے سردار حضرت براء بن معرور بھی تھے: دوران سفر ہم اپنی تمام نمازیں شام کی طرف اور حضرت براء بن معرورؓ کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھتے رہے کہ ان کے نزدیک وہی اصل قبلہ تھا اور ان کا محبوب بھی۔ مکہ مکرمہ آ کر بھی انہوں نے اپنے اس عمل کو جاری رکھا۔ ہم نے رسول اکرم ﷺ سے ملاقات حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کے ساتھ مسجد حرام میں کی۔ آپ نے ان کے سلام کے جواب کے بعد حضرت عباسؓ سے ان دونوں کے بارے میں پوچھا: ''کیا آپ ان دونوں کو جانتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ''ہاں۔ یہ سید قوم البراء بن معرور ہیں اور یہ کعب بن مالک ہیں۔'' موخر الذکر صحابی اور راوی حدیث فرماتے ہیں کہ آپ کا قول 'آ لشاعر؟' میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ حضرت کعبؓ نے اثبات میں جواب دے کر حضرت براء بن معرورؓ کے قبلہ/ کعبہ اختیار کرنے کے بارے میں آپ کو بتایا تو آپ نے حضرت برائیؓ کو نصیحت فرمائی: ''**قد کنت علی قبلة لو صبرت علیها**'' (مرا قبلہ دوسرا ہے۔ کاش تم اسے اختیار کیے رہتے۔) حضرت برائیؓ نے قبلۃ الرسول کی طرف رجوع کرلیا۔ ان کے گھر والوں کا خیال غلط ہے کہ وہ مرتے دم تک کعبہ کو قبلہ بنائے رہے۔ (۲/ ۵۵-۵۶) اس پر حمدی حاشیہ یہ ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔ ۵۸۔

بیعۃ الحرب اور تقرریٔ نقباء

مقررہ وقت و مقام پر اوس و خزرج کے مسلم نمائندوں کا پچھتر (۷۵) نفری وفد

رسول اکرم ﷺ سے ملا اور آپؐ نے ان سے خطاب میں ان کو پھر اللہ کی طرف بلایا، اسلام کی ترغیب دی اور قرآن سنایا۔ حضرت براء بن معرورؓ نے آپ کا دستِ مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا: ''اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے، ہم آپ کی اسی طرح حفاظت کریں گے جیسے اپنے اہل وعیال کی کرتے ہیں۔ یارسول اللہ! ہم سے بیعت کیجیے اور ہم تو اللہ کی قسم، جنگوں کے فرزند (أبناء الحروب) اور ہتھیار بند (أهل الحلقة) ہیں اور ان کو نسل در نسل وراثت میں پاتے رہے ہیں۔ حضرت ابوالھیثم بن التیہانؓ نے درمیان میں بات کاٹ کر خدشہ ظاہر کیا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ آپ جب غالب ہو جائیں تو اپنی قوم کی طرف لوٹ جائیں اور ہمیں (یہودی حلیفوں کے رحم و کرم پر) چھوڑ دیں۔ آپ نے تبسم کیا اور فرمایا: ''بل الدم الدم، والهدم الهدم، أنا منكم وأنتم مني، أحارب من حاربتم وأسالم من سالمتم''۔ پھر حضرت کعبؓ کے مطابق آپ نے ان میں سے بارہ نقباء کو متعین کرنے کو فرمایا: ''اخرجوا إليّ منكم اثني عشر نقيباً ليكونوا على قومهم بما فيهم ...'' ۵۹؎

بیعۃ الحرب کے بعد شیطان کی چیخ

حضرت کعبؓ کی مذکورہ بالا حدیث بیعتِ آخرہ میں دو اور باتیں ہیں: ایک یہ کہ سب سے پہلے دستِ نبوی پر حضرت براء بن معرورؓ نے بیعت کی۔ دوسری بقول ان کے ہم نے راس العقبہ پر ایک خوف ناک آواز سنی، جو ہم نے کبھی نہیں سنی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی: يا أهل الجباجب والجبابب! المنازل، هل لكم في مذمم والحياة معه، قد اجتمعوا على حربكم؟ قال، فقال رسول الله ﷺ: ''هذا ازب العقبة، هذا ابن ازيب''۔ پھر آپ نے تمام بیعت کرنے والوں کو ان کے ڈیرے پر واپس جانے کا حکم دیا۔ حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہؓ نے عرض کیا: اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، اگر آپ چاہیں تو ہم کل ہی اہل منیٰ پر اپنی تلواروں کے ساتھ ٹوٹ پڑیں۔ آپ نے فرمایا: ہم کو اس کا حکم نہیں ملا۔ اپنے ڈیروں کو واپس جاؤ۔ ان احادیث پر حمدی حاشیے نہیں ہیں۔ (۲/ ۶۰-۶۱) ۶۰؎

بیعۃ الحرب کی دوسری حدیث

امام ابن اسحاقؒ نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے بیعتِ حرب کی دوسری حدیث نقل کی ہے: ''بایعنا رسول اللہ ﷺ بیعۃ الحرب... علی السمع والطاعۃ فی عسرنا و یسرنا و منشطنا و مکرھنا، و أثرۃ علینا، و أن لا ننازع الأمر أھلہ، و أن نقول بالحق أینما کنا، لا نخاف فی اللہ لومۃ لائم۔ اس پر حمدی حاشیہ یہ ہے: صحیح بخاری: ۷۱۹۹، ۷۲۰۰، صحیح مسلم: ۳/۱۴۷۰۔ ۶۱؎

بیعت عقبہ آخرہ میں دوخواتین کی شرکت

تہتر (۷۳) مردوں کے ساتھ دو (۲) عورتوں کے بیعت عقبہ آخرہ میں شمولیت کا معاملہ خاصا پیچیدہ ہے۔ محدثین و اہل سیرت نے اس پر کافی بحث کی ہے۔ ابن اسحاقؒ نے فہرستِ شرکاء کے اواخر میں بیان کیا ہے کہ لوگوں کا گمان ہے (یزعمون) کہ ان دونوں سے بھی آپ نے بیعت کی تھی، جب کہ آپ خواتین سے مصافحہ نہیں کرتے تھے۔ ان سے بیعت لیتے اور جب وہ اقرار کرتیں تو فرماتے: جاؤ، میں نے تم سے بیعت کرلی۔ ان میں سے ایک بنو مازن بن النجار/خزرج کی حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعب بن عمروؓ اور دوسری بنو سلمہ کی حضرت ام منیع اسماء بنت عمرو بن عدیؓ تھیں۔ (۲/۷۰) ۶۲؎

مکی دور میں حکمِ قتال کا نزول

عام خیال یہ ہے کہ قتال و جہاد کی اجازت مدنی دور میں ملی تھی اور اس کے لیے سورۂ حج کی آیات: ۳۹۔ ۴۱ سے استشہاد و استدلال کیا جاتا ہے۔ بعض مفکرینِ اسلام نے سورۂ حج کے مضامین کی بنا پر اس کے اول حصہ کو مکی اور أذن للذین یقتلون بانھم ظلموا الخ سے آخر تک کو مدنی قرار دیا ہے۔ انہوں نے صرف ایک قسم کی روایت پر بھروسہ کیا ہے۔ دوسری قسم کی روایات میں سورۂ حج کو مکی بتایا گیا ہے۔ ابن اسحاق نے 'نزول الأمر لرسول اللہ ﷺ فی القتال' کے عنوان سے اس بحث کا آغاز بسملہ سے کیا ہے، جو اسے الگ جزوِ سیرت بناتا ہے۔ ابن ہشام نے ابن اسحاقؒ کی روایتِ زیاد بکائی کی بنیاد پر بتایا ہے کہ

بیعت سے قبل آپ کو جنگ کی اجازت دی گئی تھی نہ خون حلال کیا گیا تھا، آپ کو صرف دعا، صبر اور درگزر کا حکم دیا گیا تھا، لیکن جب قریش کے مظالم بڑھے تو اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کو قتال اور ظلم کرنے والوں پر دست درازی اور ان سے انتقام لینے کی اجازت دی۔ اس کے بعد حضرت عروہ بن زبیرؒ وغیرہ دوسرے علماء سے ان آیات کا ذکر کیا ہے اور بعد میں سورۂ بقرہ: ۱۳۹ کے نزول کا (۲ / ۷۰۔۷۱) ۶۳۔

صحابہ کو ہجرتِ مدینہ کی اجازت

ابن اسحاقؒ نے اس عنوان کے تحت صراحت سے بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو جنگ کی اجازت دی اور انصار کے اس قبیلہ نے اسلام، آپؐ کی اور آپؐ کے صحابہ کی نصرت پر بیعت کر لی اور ان کو اپنے شہر میں پناہ دینے کا وعدہ کر لیا تو آپؐ نے ان کو ہجرت مدینہ کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا: "**إن الله عز وجل قد جعل لكم إخواناً وداراً تأمنون بها**" (اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بھائی پیدا کر دیے ہیں اور تمہارے لیے ایک وطن بنا دیا ہے، جہاں تم امن کے ساتھ رہ سکتے ہو۔ تب وہ ایک ایک کر کے روانہ ہو گئے... (۲ / ۷۱) اس پر حمدی حاشیہ وتخریج حدیث نہیں ہے۔ ۶۴۔

ہجرتِ حضرت عمرؓ

دوسرے صحابہ کرام کی ہجرت کی روایات پر حمدی حاشیہ نہیں ہے، لیکن حضرت عمرؓ اور ان کے رفیق حضرت عیاش بن ابی ربیعہ مخزومیؓ کی ہجرت کے قصہ پر ہے کہ یہ قصہ یا اس کی اسناد صحیح ہے، سوائے آخری فقرہ کے کہ اس کی اسناد منقطع ہے۔ (۲ / ۷۵۔۷۶)

ہجرتِ حضرت صہیبؓ

ابن اسحاقؒ نے 'منازل المهاجرين بالمدينة' کے عنوان سے مختلف مکی مہاجروں کی ہجرت اور مدینہ میں ان کی قیام گاہوں کا ذکر کیا ہے۔ حضرت صہیب بن سنان رومیؓ نے ہجرت کی تو بعض اکابر مکہ نے ان کو راستہ میں روک لیا اور کہا: "تم ہمارے پاس آئے تھے تو

فقیر تھے۔ یہاں ہمارے درمیان رہ کر تم نے اتنا مال کما لیا ہے...'' حضرت صہیبؓ نے اپنا سارا مال ان کے حوالے کر دیا کہ وہ انہیں ہجرت سے نہ روکیں۔ رسول اکرم ﷺ کو مکہ میں خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''ربح صہیب، ربح صہیب''۔ اس پر حمدی حاشیہ یہ ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے، مگر مرسل ہے اور امام حاکم (۳/ ۳۹۸) اور طبرانی نے المجمع (۶/ ۶۰) میں اس کو موصول نقل کیا ہے (۲/ ۷۷۔ ۷۸)۶۵۔

نبوی ہجرتِ مدینہ

عام سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے کہ ہجرتِ صحابہ کرام کے بعد صرف دو چار مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے، لیکن محققین کے مطابق مکہ میں ان کی تعداد کافی تھی۔ ابن اسحاقؒ نے ان کی تعداد اور طبقات کا ذکر کیا ہے اور متعدد صحابہ کرام اور صحابیات طاہرات کا ذکر ان کے سوانحی خاکوں اور تراجم وغیرہ میں ملتا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کی ہجرت مدینہ سے متعلق متعدد احادیث سیرت ابن اسحاق میں ہیں اور ان کا تعلق آپ کی ذات والاصفات کے علاوہ صحابہ کرام سے بھی ہے اور کئی واقعات واحوال سے بھی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ارادۂ ہجرت

ابن اسحاقؒ کا بیان ہے کہ اکثر صحابہ کرام کی ہجرتِ مدینہ کے بعد مکہ مکرمہ میں رہ جانے والوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی تھے۔ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے بارہا ہجرت کی اجازت مانگی، لیکن آپ ہر بار ان سے فرماتے: ''جلدی نہ کرو، شاید اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ایک ساتھی مہیا کر دے۔'' حضرت ابوبکرؓ خواہش کرتے کہ وہ صاحب آپ ہی ہوں گے۔ اس پر حاشیۂ حمدی ہے، جس کے مطابق علامہ البانیؒ نے السیرۃ میں لکھا ہے کہ اس کو ابن اسحاق نے بلا سند روایت کیا ہے، لیکن اس کے معنیٰ کی تخریج امام بخاری (۷/ ۱۸۳۔۱۹۷) کی حدیث حضرت عائشہؓ میں ہے، جو ہجرت نبوی کے باب میں ہے اور اس کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے (۶/ ۱۹۸)۔ سیرت ابن اسحاق (۲/ ۹۷اور ۸۲)۶۶۔

ہجرت کی رات بسترِ نبوی پر حضرت علیؓ

شبِ ہجرت قریش نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کا فیصلہ کرلیا۔ اس پورے قصہ کو ابن اسحاقؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔ اس میں مختلف اکابرِ قریش کی تجاویز اور شیخ نجدی کی صورت میں ابلیس لعین کی مکاری بھری تدبیر کا ذکر ہے۔ بال آخر دارالندوہ کا یہ اجتماع قومی فیصلہ پر تمام ہوا۔ اس کے مطابق اکابرِ قریش نے رات میں آپ کا گھر گھیرلیا۔ ان کا اجتماع دیکھ کر آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: ''میرے بستر پر میری یہ سبز حضرمی چادر اوڑھ کر سوجاؤ، تم کو ان سے کوئی گزند نہ پہنچے گا۔'' وہ آپ کی ہدایت کے مطابق سو گئے اور آپ اپنے دست مبارک سے مٹھی بھر خاک گھیراؤ کرنے والے اکابرِ قریش کے منہ پر پھینکتے اور سورۂ یٰس پڑھتے ہوئے نکل گئے اور وہ لوگ آپ کو نہ دیکھ سکے۔ صبح کو جب حضرت علیؓ بستر سے اٹھے تو ان کو اپنے مخبر کی خبر صحیح معلوم ہوئی۔ (۲/ ۹۷۔۸۱) ۶۷؎

ہجرتِ نبوی کی اجازتِ الٰہی اور تیاری

تقدیم وتاخیرِ واقعات کی ایک مثال یہ ہے کہ ابن اسحاق نے اور ان کی پیروی میں دوسرے سیرت نگاروں نے شبِ ہجرت کا واقعہ اور آپ کا نکلنا پہلے بیان کیا ہے اور ہجرتِ مدینہ کی اجازتِ ربانی اور آپؐ کی تیاری کے واقعات وروایات کو بعد میں نقل کیا ہے۔ سیرت ابن اسحاق میں اس کا عنوان یہ ہے: ''**حديث الهجرة الى المدينة**''۔ ابن اسحاقؒ نے اپنے معتبر راویوں کی حدیث ہجرت بیان کی ہے، جو حضرت عروہ بن زبیرؒ نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ دن کے دونوں اطراف، یعنی صبح وشام میں کسی وقت، حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لانے میں کبھی ناغہ نہیں کرتے تھے۔ جس دن آپؐ کو ہجرت کی اجازتِ الٰہی ملی، آپ ہمارے پاس سخت دوپہر کے وقت تشریف لائے، جب کہ آپ اس وقت نہیں آیا کرتے تھے۔ آپ کی تشریف آوری پر حضرت ابوبکرؓ اپنے تخت سے اٹھ گئے اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت ابوبکرؓ کے پاس میرے اور میری بہن اسمائؓ کے

سوا اور کوئی نہ تھا۔ آپ نے فرمایا: اللہ نے مجھے ہجرت کی اجازت مرحمت کردی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: شرفِ صحبت ملے گا؟ فرمایا: ہاں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرطِ مسرت سے رو پڑے اور کمسن عائشہؓ کو پہلی بار ادراک ہوا کہ خوشی میں رویا بھی جاتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: اس سفر کے لیے میں نے یہ دو سواریاں تیار کی ہیں، یا رسول اللہ؟ اور انہوں نے عبداللہ بن ارقط دئلی/ بنوالدئل بن بکر کو اجرت پر لیا۔ اس کی ماں بنوسہم/ قریش سے تھی اور وہ مشرک تھا۔ وہ بطور راہ برو دلیل اجرت پر لیا گیا تھا۔ دونوں (صاحبین) نے اپنی سواریاں اس کے سپرد کردیں کہ ان کو چرائے اور وقتِ مقررہ اور مقام مقررہ پر ان کو لے آئے۔ (۲/ ۸۲۔ ۸۳) حمدی حاشیہ میں ہے کہ اس کی تخریج ابن جریر (۲/ ۱۰۱۔ ۱۰۳) اور ابن ابی حاتم نے جرح و تعدیل (۳/ ۲/ ۳۱۷) میں کی ہے اور البانیؒ نے فقہ السیرۃ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ ۶۸ے

غارِ ثور میں

رسول اللہ ﷺ نے جب نکلنے کا فیصلہ کیا تو ابوبکر صدیقؓ کے پاس تشریف لائے اور دونوں حضرات ابوبکر صدیقؓ کے گھر کے پچھواڑے بنے دریچے/ روشن دان (خوخۃ) سے نکلے اور غارِ ثور میں پناہ گزیں ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے فرزند عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کی باتوں کی خبریں انھیں شام کو پہنچایا کریں، اپنے آزاد کردہ غلام حضرت عامر بن فہیرہؓ کو حکم دیا کہ ان کے مویشیوں کو چرایا کریں اور شام کو غار میں ان کا دودھ پہنچایا کریں۔ حضرت اسمائؓ شام ڈھلے ان دونوں کے لیے موزوں کھانا پہنچاتی تھیں۔ تین دن تک آپؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ غار میں مقیم رہے۔ (۲/ ۸۳) بلا حاشیہ حمدی۔ ۶۹ے

غارِ ثور سے روانگی

تین دنوں کی کھوج اور تلاش وجستجو کے بعد قریشی اکابر مایوس ہوکر بیٹھ رہے کہ آپ ان کے چنگل سے نکل گئے، البتہ انہوں نے آپ کی گرفتاری کے لیے سو اونٹ کے انعام کا اعلان کردیا۔ جب حالات پرسکون ہوگئے تو ان کا دلیل و راہ بر ان کی

سواریاں لے کر اپنے اونٹ کے ساتھ مقررہ مقام پر پہنچ گیا اور حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ان دونوں صاحبانِ ہجرت اور ان کے ساتھیوں کے لیے زاد راہ ایک توشہ دان میں لائیں، لیکن اس کی رسی بھول گئیں۔ جب مسافرانِ مدینہ سواریوں پر بیٹھے تو حضرت اسمائؓ نے زادِراہ کا تھیلا ان کے اونٹ سے باندھنا چاہا، مگر اس کی رسی نہ تھی، لہٰذا اپنی کمر کا پٹکہ باندھ دیا اور سواری سے لٹکا دیا۔ اسی وجہ سے ان کو 'ذات النطاق' کا خطاب دیا گیا۔ ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ ان کو 'ذات النطاقین' کا خطاب دیا گیا تھا (۲/ ۸۳۔ ۸۴) حمدی حاشیہ ہے کہ صحیح البخاری (۳۹۰۷) ملاحظہ ہو۔ ۷۰ے

سواری کا معاملہ

ابن اسحاقؒ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے دونوں سواریاں رسول اللہ ﷺ کو پیش کیں تو آپ کے سامنے بہترین ناقہ پیش کی اور عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، سوار ہوجائیے۔ آپ نے فرمایا: میں ایسے اونٹ پر کیسے سوار ہوسکتا ہوں جو میرا نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اسے ہدیہ کیا، لیکن آپ نے اسے اس کی قیمت پر خرید لیا۔ آپ دونوں چلے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عامر بن فہیرہؓ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا، تاکہ وہ ان دونوں کی خدمت کریں۔ (۲/ ۸۴) حمدی حاشیہ میں صحیح بخاری کی حدیث (۲۲۶۳) کا حوالہ ہے۔ ۷۱ے

حضرت اسمائؓ پر ابوجہل کا ظلم

ابن اسحاقؒ نے صیغۂ مجہول میں بیان کیا ہے کہ حضرت اسماء بن ابی بکرؓ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ چلے گئے تو قریش کے کچھ لوگ ہمارے گھر آئے۔ ان میں ابوجہل بن ہشام بھی تھا۔ ان لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں پوچھا۔ حضرت اسمائؓ بیان کرتی ہیں کہ میرے لاعلمی کا اظہار کرنے پر ابوجہل نے اس زور کا تھپڑ میرے منہ پر مارا کہ میرے کان کا بالا نکل گیا۔ وہ سخت خبیث اور ظالم تھا۔ (۲/ ۸۴) بلا حاشیۂ محقق۔ ۷۲ے

ہاتفِ جنّی کی خبرِ ہجرت

حضرت اسمائؓ کا اسی روایت میں مزید بیان ہے کہ قریش کے لوگوں کے چلے جانے کے تین راتوں تک ہم اس حال میں رہے کہ یہ نہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کہاں تشریف لے گئے ہیں؟ پھر چاروں مسافروں اور مہاجروں کا نام لیا ہے۔ ابن ہشام نے صراحت کی ہے کہ دلیل کا نام عبداللہ بن اریقط بھی بتایا جاتا ہے۔(۲ / ۸۵) اس پر حاشیہ حمدی یہ ہے کہ علامہ البانیؒ نے اس روایت کی تحسین کی ہے، یعنی اسے حسن بتایا ہے اور امام احمد نے اسے موصولاً نقل کیا ہے(۲ /۹ ـ ۱۰) امام ہیثمی کے مطابق(۶ / ۵۸) اسے طبرانی نے روایت کیا ہے، لیکن ان کی سند کی جماعت کو میں نہیں جانتا۔ اس حدیث کے دو دوسرے طریق ہیں، جو ابن کثیر کی البدایۃ(۳ / ۱۹۲ـ ۱۹۴) میں ہیں۔ اس طرح یہ روایت ان تمام طرق کی بنا پر رتبۂ حسن سے فروتر نہیں ہے۔ ۷۳؎

ہجرت کے بعد خاندانِ ابوبکرؓ کا حال

ابن اسحاقؒ نے اپنی سند متصل سے حضرت اسماء بن ابی بکر صدیقؓ سے ایک روایت اور بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہجرت کے وقت اپنی ساری نقد رقم ، جو پانچ چھ ہزار درہم تھی ، ساتھ لے گئے ۔ ہمارے نابینا دادا ابو قحافہؓ میرے پاس آئے اور تشویش ظاہر کی کہ ابوبکر سارا مال لے گئے ،مگر میں نے ان کو تسلی دی کہ نہیں، وہ ہمارے لیے کافی مال چھوڑ گئے ہیں۔ میں نے طاق (کوۃ) میں پتھر رکھ کر ان کو ایک کپڑے سے ڈھانپ دیا اور ان کے ہاتھ کو پکڑ کر ان پر رکھا تو ان کو تسلی ہوگئی۔ کہا کہ ابوبکرؓ کافی مال چھوڑ گئے ہیں۔(۲ / ۸۵ـ ۸۶) اس پر محقق حمدی کا حاشیہ یہ ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور وہ مسند احمد(۶ / ۳۵۰) میں ہے۔ ۷۴؎

حضرت سراقہ بن مالکؓ کا تعاقب

ابن اسحاقؒ نے امام زہریؒ سے ان کی سند متصل سے حضرت سراقہؓ سے ہی

ان کے تعاقب کی روایت نقل کی ہے۔ وہ طویل روایت ہے، جس کا لب لباب یہ ہے کہ حضرت سراقہؓ نے قریش کے اعلان کردہ گراں قدر انعام کے لالچ میں آپؐ کے قافلۂ ہجرت کا تعاقب کیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ معجزاتی طور سے گھوڑے کے پیر بار بار دھنستے رہے، حالاں کہ زمین سخت تھی اور غبارِ راہ نے بھی راہ کھوٹی کی تو مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کی حفاظت کا انتظام ہے اور یہ بھی جان لیا کہ آپ سچے نبی ورسول ہیں۔ میں نے بات کرنے کی التجا کی تو قافلۂ نبوی ٹھہر گیا۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا: اس سے پوچھو کہ وہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ میرے لیے ایک تحریر لکھ دیں کہ وہ آپ کے اور میرے درمیان نشانی بن جائے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو تحریر لکھ دینے کی ہدایت کی۔ انہوں نے ایک ہڈی یا رقعہ یا خزفہ پر تحریر لکھ کر مجھے دے دی اور میں نے اس کو لے کر اپنے ترکش میں رکھ لیا اور لوٹ آیا۔

بعد کا حصۂ روایت غزواتِ حنین وطائف کے بعد حضرت سراقہؓ کے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرنے اور اسلام لانے کا ہے اور اس میں دوسری احادیث ہیں۔ (۲/ ۸۶۔ ۸۷) اس میں دو حاشیے ہیں: اول میں ہے کہ ہیثمی نے المجمع (۶/ ۵۴) میں کہا ہے کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں یعقوب بن حمید بن کاسب ہے، جسے امام ابن حبانؒ وغیرہ نے ثقہ کہا ہے، مگر ابوحاتم وغیرہ نے ضعیف بتایا ہے اور اس کے بقیہ رجال صحیح کے رجال ہیں۔ دوسرے میں ہیثمی کی المجمع (۳/ ۱۳۱) کا حوالہ ہے کہ ان کے مطابق اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے سب رجال (راوی) ثقات ہیں۔ ۷۵؎

حدیث بخاری (۳۹۰۵) سے حدیث ابن اسحاقؒ کے موازنے سے کافی دل چسپ حقائق اور معلومات ملتی ہیں، جو دونوں میں یکساں ہیں اور مختلف بھی: (۱) ابن اسحاق کی طرح بخاری کی حدیث حضرت عروہؒ کے واسطہ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے۔ (۲) بیت ابوبکرؓ میں صبح وشام دونوں وقت روزانہ آمد نبوی کا ذکر ہے۔ (۳) حضرت ابوبکرؓ کی ہجرت حبشہ اور ابن الدغنہ کی جوار میں ان کی واپسی کا واقعہ کافی تفصیل سے آیا ہے۔ (۴) رسول اکرم ﷺ کے دارِ ہجرت کے خواب کا ذکر ہے اور

مہاجرین حبشہ کی مکہ واپسی کو ہجرتِ مدینہ سے جوڑ دیا گیا ہے۔ (۵) حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ ہجرت کرنے کی تیاری کی تو آپ نے ان کو روک دیا کہ اذنِ الٰہی کی امید ہے۔ (۶) ہجرت کے اذنِ الٰہی کے بعد سخت دوپہر میں معمول کے خلاف آمد نبوی اور دوسری باتوں کا ذکر ابن اسحاق کے حدیث کے مماثل ہے۔ (۷) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دو سواریوں میں سے ایک پیش کی تو آپ نے اس کی قیمت ادا کر کے اسے قبول کیا۔ (۸) دونوں مہاجروں کا زادِراہ تیز رفتاری سے تیار کیا گیا۔ (۹) ایک تھیلے میں وہ رکھا گیا اور حضرت اسماءؓ نے اپنی نطاق کا ایک حصہ (قطعہ) کاٹ کر تھیلے کا منہ باندھ دیا۔ اس بنا پر 'ذات النطاق' کا لقب دیا گیا۔ (۱۰) غار ثور میں تین دنوں تک مستور رہنے اور حضرات عبداللہ بن ابی بکر، عامر بن فہیرہ اور اسماءؓ کی خدمات کا یکساں ذکر ہے اور ان کی ہوشیاری، طریقہ اور صفات کا بیان زیادہ ہے۔ (۱۱) بنودئل کے ایک شخص کو بطور دلیل/ راہ بر اجرت پر لینے کا ذکر ہے، اگرچہ اس کا نام نہیں لیا گیا۔ (۱۲) تین راتوں کے بعد دلیل اور حضرت عامر بن فہیرہؓ کے ساتھ سواحل کے طریق پر سفر ہجرت شروع ہوا اور یہی آخری نکتۂ بخاری ہے۔ (۱۳) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی شرح فتح الباری (۷/ ۲۸۹۔ ۲۹۷) میں بہت مفصل کلام کیا ہے اور مآخذ کا ذکر بھی کیا ہے۔

خلاصۂ بحث

ابن اسحاقؒ نے اپنی کتابِ سیرت میں بلاشبہ بہت سی روایات و احادیث بلا سند دی ہیں کہ ان کی اسناد کا سلسلہ ہی نہ تھا۔ ان میں جاہلی دور کے قصے، واقعات، حوادث اور روایات شامل ہیں۔ مکی دور نبوی، خاص کر قبلِ بعثت کی روایات و احادیث کا بھی قریب قریب یہی معاملہ ہے۔ ان کا ایک خاص طریق اسناد 'بلاغت' ہے۔ جب وہ اپنے پیش روؤں، معاصرین اور متاخرین میں سے متعدد امامانِ سیرت و حدیث کی طرح 'فیما بلغنی' کہہ کر نقل کرتے ہیں۔ امام مالک بن انسؒ جیسے عبقری مؤلف اور صاحب مؤطا کی 'بلاغیات' کا باب بہت وسیع ہے اور ان پر بھی قاصرینِ فن نے نقد و جرح کیا ہے، حالاں کہ

امام دارمیؒ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور دوسرے امامانِ حدیث ان کی تمام 'بلاغیات' کو موصول و مرفوع تسلیم کرتے ہیں، کیوں کہ انہوں نے ان کی اسانید تلاش کی ہیں۔ ابن اسحاقؒ کا ایک اور طریقِ اسناد یہ ہے کہ وہ اپنے معتبر اور ثقہ رواۃ سے یا اہل علم سے روایات نقل کرتے ہیں اور 'حدثنی بعض اهل العلم' (۱/ ۱۱۳، ۱۲۰۸۳۸) 'فیما ذکر لی' (۱/ ۱۲۳، ۱۸۹) 'وحدثنی بعض من یروی الحدیث' (۱/ ۱۳۰) یا صیغہ مجہول میں 'حُدِّثت' (۱/ ۱۴۹۔۱۵۱) 'فیما بلغنی' (۱/ ۱۵۳، ۱۶۳/ ۱۹۰ ابن ہشام) 'وحدثنی من اتق به' (۱/ ۱۷۷: ابن ہشام ، ومابعد) جیسے فقرے اور غیر مشخص اسانید بنا کر پیش کرتے ہیں۔ یہی ان کے جامع و مرتب ابن ہشام اور دوسرے علماء سیرت و حدیث بھی کرتے ہیں، لیکن ابن اسحاقؒ قابلِ جرح قرار دیے جاتے ہیں اور دوسرے مؤلفین نقد و جرح سے بچا لیے جاتے ہیں۔ دراصل اس عہد میں یہ تمام طرقِ اسناد معروف و معمول بہ تھے۔

سیرتِ ابن اسحاق میں موجود روایاتِ سیرت اور ان سے زیادہ احادیثِ مکی پر زیادہ نقد و جرح روایتی سندی طور سے کیا گیا ہے۔ زیر بحث و مطالعہ حمدی طباعت ہو یا اور کسی محقق و حاشیہ نگار کی تحقیق، وہ بیش تر مقامات پر اپنی طرف سے یا کسی ماہر فن کے حوالے سے اس کا سندی ضعف ہی بتاتے ہیں۔ محقق و حاشیہ نگار حمدی کی ایسی تمام تعلیقات و حواشی کا ذکر روایاتِ سیرت، خاص کر مکی احادیث کے مطالعۂ خاک سار میں آتا رہا ہے۔ حمدی نے قدیم محدثین اور ناقدین حدیث کے علاوہ عہد جدید کے نقادِ حدیث امام ناصر الدین البانیؒ کے حوالے سے بیش تر مقامات پر کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ وہ شاذ و نادر ہی درایتی لحاظ سے یا متون حدیث و روایت کی بنا پر نقد و جرح کرتے ہیں۔ متنی تجزیاتی بحث سے ان کو دوسروں کی طرح سرے سے واسطہ نہیں۔ چند مقامات پر امام البانی وغیرہ کے حوالے سے بعض احادیثِ مکی کے بارے میں انھوں نے اپنے حواشی میں یہ ضرور کہا ہے کہ وہ معناً صحیح ہیں۔ ان کا اور بہت سے دوسرے ناقدینِ فن کا، جن میں امام البانی بھی شامل ہیں، نقد و جرح کا ایک انداز یہ ہے کہ وہ ابن اسحاق کے الفاظ میں تو صحیح نہیں ہے، لیکن فلاں صحابی/ راوی کی حدیث کے الفاظ سے صحیح ہے، حالاں کہ ان دونوں زیر بحث احادیث میں صرف چند الفاظ و عبارات

کا فرق پایا جاتا ہے۔ یہ خالص لفظی اختلاف کا معاملہ ہے۔ الفاظ و عبارات کا اختلاف، بسا اوقات شدید اختلافات تو احادیثِ صحاح میں بھی پائے جاتے ہیں۔

مکی احادیثِ سیرت ابن اسحاق کی صحت وثقاہت کا ایک پیمانہ تقابل ہے کہ ان کی بیش تر احادیث کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔ محقق و حاشیہ نگار حمدی نے اور بعض دوسرے مرتبینِ سیرت نے اپنے حواشی و تعلیقات میں امامانِ حدیث کی روایات سے ان کے استناد کی توثیق کی ہے۔ ان میں صحیحین کے علاوہ متعدد دوسری صحاح سے اور سنن و مسانید سے بھی الگ الگ روایات ابن اسحاق کی تصدیق واثبات مختلف مکی ابواب میں کیا ہے۔ ابن اسحاق کی مسند روایات و احادیث کا ایک طرۂ امتیاز یہ بھی ہے کہ ان کی بہت سی احادیث صحیح بخاری میں ان ہی جیسی سند رکھتی ہیں۔ سیرت ابن اسحاق کی روایتِ زیاد بکائی اور اس کے جامع ابن ہشام کی تہذیب وتلخیص میں مکی احادیث کا ایک قابل افتخار ذخیرہ موجود ہے۔ دوسری روایاتِ یونس بن بکیر وسلمہ بن فضل الابرش وغیرہ میں بھی بعض مکی احادیث کا مجموعہ مستزاد ہے اور وہ سیرت ابن اسحاق کی حدیثی قدر و قیمت بڑھاتا ہے۔ خاص احادیثِ نبوی کے علاوہ امام البانی وغیرہ نے سیرت نبوی کے قصوں اور روایات کا بھی ذکر کر کے کتب حدیث و سیرت سے ان کا تقابل کیا ہے۔ ان سب کے مجموعی تنقیدی تجزیے وتحلیل سے واضح ہوتا ہے کہ ابن اسحاقؒ کی سیرت محض اہل سیر کی روایات پر مبنی نہیں ہے، جیسا کہ عام علماء کا خیال ہے، بلکہ اس میں بہت سی ایسی احادیث کا خلاصہ اور معنی مختلف واقعاتِ سیرت کے باب میں ملتا ہے، جو کتبِ حدیث میں مختلف ابواب میں اپنے انداز سے آئی ہیں۔ محققینِ سیرت ابن اسحاق اور ناقدینِ حدیث و تاریخ نے بالعموم اور امام البانیؒ نے صحیح احادیث میں ان کے معانی ہونے اور ان کے صحیح ہونے کی حقیقت بیان کی ہے۔ محدثین کرام اور شارحین حدیث نے اسی بنا پر لفظِ حدیث اور معنی حدیث میں فرق کیا ہے۔ محدثین بالعموم لفظ حدیث کو لازم پکڑتے ہیں اور اسی کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ سیرت ابن اسحاق کی متعدد احادیث کے باب میں البانی اور حمدی نے ابن اسحاقؒ کے لفظ پر متاخر محدثین کے لفظ کو ترجیح دے کر اس کی تصحیح کی ہے، البتہ بعض مقامات پر ان کو اعتراف کرنا پڑا کہ حدیث وسیرت ابن اسحاق معناً صحیح ہے۔ بسا اوقات انھوں نے اس

کے معانی بخاری میں بھی تلاش کیے ہیں۔شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے متعدد پیش رو ناقدینِ حدیث وسیرت نے اس بنا پر درایتی لحاظ سے متون حدیث کی جانچ کی اور ان کو معانی کے لحاظ سے صحیح بتایا ہے۔محض اسناد کے سقم یا ضعف کی بنا پر متنِ حدیث کو ضعیف قرار دینا طریقِ محدثین کا جبرِ فن تو ہوسکتا ہے، ورنہ صرف وہی طریقہ تنقید وتجزیہ کا نہیں ہے۔

بلاشبہ سیرت ابن اسحاق میں ایک نہیں، متعدد احادیث وروایات ضعیف ہی نہیں، موضوع بھی نظر آتی ہیں۔اس کے مختلف اسباب ہیں، جیسے بنوہاشم کی طرف ان کا خاص میلان، خلافت کے ادوار کے اختلافات کا اثر، مزعومہ روایات کو قبول کر کے بیان کردینے کی عام جبلّت اور تنقیدِ روایات میں تسامح وغیرہ۔ان سب کے باوجود ابنِ اسحاق کی سیرت کی احادیثِ مکی صحیح تر ہیں۔حیرت ہوتی ہے کہ ان کی تصحیح واثبات کے لیے مسند احمد، دلائل النبوۃ بیہقی و ابونعیم جیسی فروتر کتبِ حدیث کی احادیث وروایات سے استناد کیا جاتا ہے، جو خود ضعیف روایات کے مجموعے ہیں اور ناقدینِ حدیث نے ان کو تیسرے، بلکہ چوتھے، پانچویں درجے میں رکھا ہے۔سیرتِ ابن اسحاق کی حدیثی منزلت و مقام دراصل صحیح کے بعد ہی آتا ہے کہ امام بخاریؒ جیسا ناقدِ حدیث ان کی کتاب کو اپنا ماخذ بناتا ہے اور ان کی ان احادیث کے شواہد فراہم کرتا ہے، جو کسی سبب سے ابن اسحاقؒ بیان نہیں کر سکے تھے۔صحیح بخاری کی احادیث سے سیرت ابن اسحاق کی احادیث کا موازنہ اس کی رفعت بڑھاتا ہے۔(تمام شد)

حواشی ومراجع

۴۷۔ دوسرے چار مذاق اڑانے والوں کے نام تو ملتے ہیں، مگر ان کے بارے میں احادیث نہیں ہیں۔ اسود بن مطلب اسدی کے نابینا ہونے اور اولاد کے چھوڑنے کا ذکر البانی نے صحیح السیرۃ میں تفصیل سے کیا ہے اور ان مآخذ کے حوالے دیے ہیں: الدرالمنثور، بیہقیؒ کی دلائل النبوۃ (۷/ ۱۰۷)، طبرانی کی الاوسط۔ابن جریر طبری (۱۴/ ۷۰) نے اسے مرسل بیان کیا ہے۔

۴۸۔ جمحی خاتون کا نام صفیہ بنت معمر جمحی تھا اور ایسی متعدد خواتینِ قریش ساداتِ ثقیف سے منسوب تھیں۔زبیری، نسب قریش۔تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے کتابِ خاکسار: قریش وثقیف کے

تعلقات ۔عہد نبوی میں۔ سہیلی ۲ /۲۳۱ نے اس قصہ اور عجمی عورت سے شکوہ نبوی کو صحیح قرار دیا ہے۔

۴۹۔ ابن سید الناس، عیون الاثر، ۱/ ۱۷۵ ومابعد اور ابن حجر عسقلانی، اصابہ، ترجمہ/سوانحی خاکہ حضرت عداس ؓ میں ان کے قبول اسلام کا ذکر ہے۔ نیز سہیلی، ۲ /۲۲۹ ومابعد میں زادالمعاد کا حوالہ ہے۔ ابن سیدالناس نے صحیح بخاری کی حدیث حضرت عائشہ ؓ سے سفر طائف کے دوران سخت ترین مظالم برداشت کرنے کا ذکر کیا ہے۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، ذکر الملائکة اور صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من أذی المشرکین ۔سفر طائف کا ذکر ہے، اگرچہ باقی احادیث کا نہیں ہے۔

۵۰۔ سیرت ابن اسحاق (۲/ ۴۵) میں یہ دعا بلا سند آئی ہے اور محقق نے اس کی تخریج کی ہے نہ حاشیہ لگایا ہے۔ امام طبرانی نے اپنی کتاب الدعاء اور معجم کبیر میں، امام ابن قیم الجوزیہ نے زادالمعاد میں اور طبریؒ اور ابن کثیرؒ نے اپنی اپنی کتبِ تاریخ میں اس دعا کو نقل کیا ہے۔ ان میں بعض جزوی فرق ہیں، البتہ اصل دعا اور اس کے معانی ایک ہیں۔ سہیلی (۲ /۲۳۱) کی تخریج اور حاشیہ میں کتبِ حدیث کے حوالے ہیں۔

۵۱۔ اس کو صرف روایت کی بنا پر ضعیف قرار دیا گیا ہے اور وہ عین ممکن ہے کہ اتنے بڑے بڑے ماہرین حدیث نے اس کی سند سمجھی، لیکن درایت یا متن کے لحاظ سے وہ قوی حدیث ہے۔ سہیلی (۲/ ۲۳۷۔ ۲۳۸) کا حاشیہ وتخریج یہ ہے کہ امام طبریؒ نے اس حدیث کو اور ابولہب کے واقعہ کو اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ ۱/ ۵۵۵ ۔سہیلی (۲ /۲۴۱) نے حضرت طارق ؓ کی طرف منسوب ایک حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے آپ کو دوبار دیکھا۔ دونوں بار سوق ذوالمجاز میں کہ آپ لوگوں سے فرماتے تھے: ''یا ایہا الناس ، قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا'' اور ابولہب آپ کی تکذیب کرتا۔ اس کی تخریج مسند احمد (۳/ ۴۹۲) دارقطنی (۳/ ۴۵) بیہقی، دلائل (۵ / ۳۸۰) اور الکبریٰ (۱/ ۷۶) طبرانی کبیر (۱/ ۷۶) میں کی گئی ہے اور سیرت ابن اسحاق کی روایت یونس بن بکیر میں بھی موجود ہے۔ طاقت ور قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ اور ان کے شیخ بحیرہ بن فراس عامری کو آپؐ نے دعوت دی تو اس نے کہا کہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں، پھر اللہ تعالی آپ کو آپ کے مخالفوں پر غالب کردے تو کیا آپ کے بعد معاملہ ہمارے لیے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''الأمر الی اللہ یضعہ حیث یشاء'' اس پر کوئی حاشیہ نہیں ہے۔ (۲/ ۴۷) سہیلی (۲/ ۲۳۹۔ ۲۴۰) نے بھی اس پر کوئی حاشیہ نہیں لکھا ہے۔

۵۲۔ اس پورے واقعہ وتتمہ میں سورۂ احزاب: ۴۶ کی تلاوت کا معاملہ عجیب ہے کہ وہ مدنی سورہ ہے۔

سہیلی (۲/ ۲۳۹۔۲۴۱) سیدمودودی (۲/ ۶۸۷، ومابعد) نے اسے بنو شیبان بن ثعلبہ سے ملاقات کا واقعہ بتایا ہے اور ابونعیم، حاکم اور بیہقی کے حوالے سے زیادہ تفصیلات دی ہیں اور احادیث وآیات کاذکر کیا ہے۔ ان میں سے بیشتر روایات ابن اسحاق کے مماثل ہیں۔ ابن حجرؒ (فتح الباری، ۷/ ۲۷۵) نے مذکورہ بالاتینوں امامانِ حدیث سے حضرت ابن عباسؓ سے اسناد حسن کے ساتھ یہ پوراواقعہ نقل کیاہےاور حدیث کا متن بھی۔

۵۳۔ سہیلی (۲/ ۲۴۱۔ ۲۴۳) نے طبری ،تاریخ (۱/ ۵۵۷)اورکامل (۱/ ۲۰۹) کا حوالہ دیا ہے۔مجلہ لقمان کی تشریح میں اس کوالصحیفہ بتایاہےاوران کے بارے میں یہ صراحت کی ہے کہ وہ اہل ایلہ کے ایک نوبی تھے اوران کا پورانام تھا لقمان بن عنقاء بن سروراوران کے فرزند کانام ،جن کا قرآن میں ذکر کیا گیا ہے، بقولِ امام زجاج وغیرہ ثاران تھا۔ دوسرے اقوال بھی ہیں۔ وہ بہرحال لقمان بن عادحمیری نہ تھے۔

۵۴۔ سہیلی (۲/ ۲۴۴) ابوالحیسر کے وفد کے مقصد کے بارے میں ایک مختصر فصل میں لکھا ہے:
وذلک بسبب الحرب التی کانت بین الأوس والخزرج وهی حرب بعاث المذکور لهم فیها أیام مشهورة هلک فیها کثیر من صنادید هم وأشرافهم"

۵۵۔ سیدمودودی (۲/ ۶۸۶۔۶۸۹)وغیرہ، فتح الباری (۷/ ۲۷۴۔ ۲۷۵)ومابعد نےسوق ذوالمجاز کا واقعۂ ملاقات اور حدیث احمد، بیہقی اور ابن حبان سے نقل کی ہے۔قبیلہ ہمدان کے ایک شخص نے دعوتِ نبوی سنی تو اس نے قبول کر کے اگلے سال آنے کا وعدہ کیا۔ اس واقعہ اور حدیث کواحمداور اصحاب السنن نےروایت کیاہےاورامام حاکم نےاس کی تصحیح کی ہے، جوحدیث جابر بن عبداللہ کی وساطت سے ہےاوراس میں پورا متن ہے۔ان تمام احادیث سے ابن اسحاق کی احادیث کے شواہدفراہم ہوتے ہیں۔

۵۶۔ سہیلی(۲/ ۲۴۶ وماقبل)نے بخاری (۷/ ۱۵۳)کا حوالہ دیاہے۔ فتح الباری (۷/ ۲۷۳۔ ۲۷۸) میں کئی احادیث ہیں جن میں سے حدیث: ۳۸۹۲ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے، جوامام زہریؒ سے واسطہ سے ہے اوروہ ابن اسحاق کی مانند ہے۔بخاری کے متن میں کچھ اضافات ہیں اور وہ رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے ہیں۔ ان میں بیعت کرنے والوں سے خطاب کی وجہ سے صیغہ امرونہی ہے اور بعض جملوں کا بھی فرق ہے۔ حدیث بخاری: ۳۸۹۳ بھی ان ہی صحابی سے مروی ہے اور یکساں سلسلۂ سند رکھتی ہے۔ وہ حضرت عبادہؓ کی زبان بیعت سے ہے اور بعض اختلافات رکھتی ہے۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی شرح میں قبائل عرب کودعوت اوران سے مطالبۂ نصرت کے واقعات واحادیث مذکورہ بالاکاذکرکرتے ہوئے

کتب سیرت کے علاوہ بیہقی، احمد، ابن حبان سے بھی احادیث نقل کی ہیں۔

۵۷۔ اس حدیث کو احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، عبد بن حمید، عبد الرزاق، بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے، جب کہ دارقطنی کی ایک روایت میں ہے کہ ہجرت سے قبل رسول اکرم ﷺ نے اپنے نمائندے اور فرستادے (رسول) حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ایک تحریری حکم بھیجا تھا کہ زوال کے بعد مسلمانوں کو دو رکعات نماز جمعہ پڑھایا کرو۔ سہیلی (۲/ ۲۵۳۔ ۲۵۷) کے مطابق امام ابن اسحاقؒ کی اول روایت ابوداؤد کی حدیث: ۱۰۶۹ کے مطابق ہے۔ ابن حجرؒ (فتح الباری، ۲/ ۴۵۸ وما بعد) نے عبدالرزاق کی محمد بن سیرین کی مرسل حدیث نقل کر کے اس کا شاہد مذکورہ بالا روایات میں تلاش کیا ہے اور ان کی اسناد کو حسن قرار دیا ہے اور ابن اسحاق کی توثیق کی ہے۔

۵۸۔ امام احمد بن حنبل، طبرانی اور طبری نے حضرت کعب کی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ سہیلی، ۲/ ۲۶۲۔ ۲۶۳، بخاری/ فتح الباری، ۱/ ۳۳۔

۵۹۔ حمدی حاشیہ میں ہے کہ البانی نے السیرۃ میں اسے حدیث صحیح قرار دیا ہے اور امام احمد (۳/ ۶۰-۳۔ ۳۶۲) اور امام طبری نے اپنی تاریخ میں (۲/ ۹۰۔ ۹۳) اس کی تخریج کی ہے، سہیلی (۲/ ۲۶۶ وما بعد) نے حاکم (۲/ ۶۲۴) کا اضافہ کر کے کہا ہے کہ بیہقی نے کبریٰ (۹/ ۹) میں اور ذہبی نے اس کو صحیح بتایا ہے اور ابن حجرؒ نے فتح الباری (۷/ ۱۷۷) میں اس کو حسن قرار دیا ہے، بخاری/ فتح الباری (۷/ ۲۷۶ وما بعد) میں حافظ موصوف نے مزید تفصیلات بیان کی ہیں: (۱) ابن اسحاق کی حدیث کعبؓ کو ابن حبان نے صحیح بتایا ہے۔ (۲) رسول اکرم ﷺ کی بیعت کی حدیث کے الفاظ دوسرے ہیں: ''أبايعكم على أن تمنعوني مما تمنعون منه نساء كم وأبنائكم'' (۳) بیعت کے مذکورہ بالا الفاظ کے علاوہ جنگ و صلح کی حدیث کے الفاظ مختصر ہیں۔ (۴) اس میں ابن اسحاقؒ کی روایت عبداللہ بن ابی بکر بن حزمؓ کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے نقباء سے فرمایا: ''أنتم كفلاء على قومكم ككفالة الحواريين لعيسى بن مريم'' ان کے علاوہ دوسری تشریحات ہیں جو ابن اسحاقؒ کی روایات کی کامل تصدیق کرتی ہیں۔ ابن اسحاق کی اگلی حدیث میں کفالت والی حدیث کے الفاظ میں یہ اضافہ ہے: أنتم على قومكم بما فيهم كفلاء ككفالة الحواريين لعيسى بن مريم، وانا كفيل على قومي، يعني المسلمين، قالوا نعم''۔ حمدی نے اسے حدیث مرسل کہا ہے۔

سید مودودی (۲/ ۷۰۴) نے مسند احمد و طبرانی سے حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی حدیث بیعت کے بارے میں نقل کی ہے اور حاکم، بزار اور بیہقی نے بھی۔ ابن جریر طبری اور ابن ہشام نے عاصم بن عمر بن قتادہ کے حوالے سے ابن اسحاق کی ایک روایت اور بیان کی ہے، جس میں ایک

انصاری شیخ حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہؓ نے ایک تقریر کی تھی جس میں اس بیعت کو تمام دنیا سے جنگ مول لینے کے مترادف قرار دیا تھا اور ان کو دونوں جہانوں کی کامیابی کا یقین دلایا تھا، بشرطے کہ وفادار رہیں۔ آپ نے ان کی وفاداری اور پابندی عہد پر ان کو جنت کی بشارت دی تھی۔ ان کے علاوہ دوسری روایات بھی ہیں۔

۶۰۔ سہیلی (۲/ ۲۷۲۔ ۲۷۳) نے شیطان کی چیخ والی روایت کے بارے میں کہا ہے کہ احمد (۳/ ۳۹۰) اور ابوداؤد طیالسی (۲/ ۹۳) نے مصنف کے طریق سے روایت کی ہے اور ہیثمی نے مجمع (۶/ ۴۲) میں بھی اس کو امام احمد و طبرانی کی طرف منسوب کر کے نقل کیا ہے اور رجال احمد رجال صحیح ہیں، سوائے ابن اسحاق کے، جنہوں نے سماعت کی صراحت کی ہے۔ حضرت عباس بن عبادہؓ کی روایت پر ان کا حاشیہ ہے نہ تشریح۔

۶۱۔ اس پر حمدی حاشیہ یہ ہے کہ صحیح بخاری: ۲۰۰۰۷، ۱۹۹۷ اور مسلم (۳/ ۴۱) ملاحظہ ہوں۔ سہیلی (۲/ ۲۸۰) بلا حاشیہ وتخریج۔ ابن حجرؒ (فتح الباری ۷/ ۲۷۶ ومابعد) اس حدیث کے مختلف اور اضافی کلمات امام احمد سے نقل کیے ہیں، جن کی تصحیح امام حاکم و ابن حبان نے حدیث حضرت جابرؓ سے کی ہے۔ دوسرے اماموں میں بیہقی، بزار وغیرہ نے بھی اس حدیث کے الفاظ وکلمات نقل کیے ہیں اور ان سب کے معانی یکساں ہیں۔

۶۲۔ آخر میں اس حدیث کی اسناد ابن اسحاق بھی ہے۔ حمدی نے اس پر حاشیہ نہیں لکھا اور ان کے مرتبہ متن میں دوسری صحابیہ کا نام بھی نہیں ہے۔ سہیلی (۲/ ۲۸۸) نے بالکل آخر میں اسناد کے بعد دیا ہے۔ عورتوں کی شمولیت پر بحث بھی ان کے ہاں ہے۔ دوسری کتابوں میں بھی اس پر بحث ملتی ہے۔ سید مودودی (۲/ ۲۰۷) کے مطابق حضرت جابرؓ نے اپنی حدیث میں شرکاء کی تعداد ستر (۷۰) بتائی ہے اور عورتوں کا ذکر نہیں کیا۔ یہی امام احمد اور بیہقی کی احادیث میں ہے، مگر حدیث حضرت کعبؓ میں تفصیل ہے کہ تہتر (۷۳) مردوں میں سے گیارہ (۱۱) اوسی اور باسٹھ (۶۲) خزرجی تھے اور دو (۲) عورتیں۔ ان کا خیال دل چسپ ہے۔ غالباً اس اختلافِ روایات کی وجہ یہ ہے کہ عرب اکثر کسر چھوڑ کر عدد بیان کرتے ہیں اور جماعت میں اکثریت مردوں کی ہوتو اکا دکا عورت کو نظرانداز کر جاتے ہیں، فتح الباری (۲/ ۲۷۷۔ ۲۷۸)۔ لیکن کسر والی توجیہ عذر لنگ ہے۔ روایات واحادیث میں بہت اختلافات ملتے ہیں اور ان میں عدد کا اختلاف بھی شامل ہے۔ اس پر الگ سے بحث کی جاسکتی ہے۔

۶۳۔ سہیلی (۲/ ۲۸۸۔ ۲۸۹) نے ابن ہشام کی روایت بکائی کے خاتمہ کے بعد اس پر تبصرہ و نقد یا تشریح وتخریج نہیں کی ہے۔ اس بحث میں ابن اسحاق کا موقف و بیان بالکل صحیح ہے کہ قتال و جہاد کا

حکم مکی دور میں بیعتِ آخرہ سے قبل دیا گیا تھا۔ اسے علماء نے حکم کی جگہ اذن کہہ کر ہلکا کر دیا ہے۔ اگر اذن وحکم الٰہی نہ ہوتا تو بیعت عقبہ ثانیہ میں بیعۃ الحرب کا انعقاد ہی نہ ہوتا۔ ان کے علاوہ ابن اسحاق اور دوسرے علماء حدیث وتفسیر کے بیانات وروایات بھی وضاحت کرتے ہیں کہ جہاد وقتال کا اذن ربانی مکی دور میں ہی مل چکا تھا۔ اس پر ایک تحقیقی مطالعہ کی ضرورت ہے۔

۶۴۔ سہیلی (۲/ ۲۹۰) بھی بلاحاشیہ وتخریج ہے۔ مسند احمد حدیث: ۱۹۴۹ مسند ابن عباسؓ میں اذنِ ہجرت ہے۔

۶۵۔ سہیلی (۲/ ۳۰۲) نے طبقات ابن سعد (۳/۱/۱۶۲) اور ابن عساکر کی تہذیب (۶/ ۴۵۲) کا حوالہ دیا ہے۔ سید مودودی (۲/ ۷۱۶) نے ابن ہشام وبلاذری کے علاوہ ابن مردویہ اور اسحاق بن راہویہ کی حضرت ابوعثمان النہدی کی روایت بتائی ہے۔ اس کے بعد بیہقی وطبرانی کی روایات نقل کی ہیں، لیکن ان میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان مدنی دور کا بتایا گیا ہے، جو امام ابن اسحاق کی روایت کے خلاف ہے۔ فرمانِ نبوی اصلاً مکی دور کا ہے کہ اس وقت تک آپ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے۔

۶۶۔ سہیلی (۲/ ۳۱۱) نے اس پر حاشیہ نہیں لگایا ہے۔

۶۷۔ اکابر قریش کے مشورہ پر کوئی حاشیہ نہیں ہے۔ حضرت علیؓ کے واقعہ کے بارے میں دو حواشی ہیں: اول ضعیف ہے کہ اس میں ایک راوی مجہول ہے، مگر حدیث بیہقی (دلائل، ۲/ ۴۶۸) اور ابن سعد (۱/ ۲۱۲) میں ہے۔ دوسری حدیث کی سند ضعیف ہے کہ اس میں یزید بن زیاد ہے اور اس لیے کہ محمد بن کعب قرظی تابعین میں سے تھے۔ مودودی (۲/ ۷۲۴) نے زاد المعاد کا بھی حوالہ دیا ہے۔ کتب سیرت کے علاوہ سہیلی (۲/ ۳۰۹۔۳۱۰) نے طبقاتِ ابن سعد (۱/ ۲۲۷) کے علاوہ عبدالرزاق (۵/ ۳۸۹) اور احمد (۱/ ۳۴۸) کے حوالے سے اس حدیث کی دوسری شکل (وجہ) کا ذکر کیا ہے۔

۶۸۔ سہیلی (۲/ ۳۱۲) نے اس حدیث ابن اسحاق کا موازنہ حدیثِ بخاری (۷/ ۱۸۳) سے کیا ہے اور اس کی بہت سی چیزوں اور تفصیلات کی شرح بھی کی ہے، جیسے سواری کی خرید نبوی کی وجہ۔ ناقۂ ہجرت کا نام بقول ابن اسحاق (ابن ہشام کی روایت کے علاوہ) 'الجدعائ' تھا، اور دوسری اونٹنی 'عضبائ' کے بارے میں احادیث، بیہقی، احمد اور بغوی کی شرح السنۃ سے نقل کی ہیں۔

۶۹۔ سہیلی (۲/ ۳۱۵۔۳۱۶) نے بیت اللہ کی طرف رخ کر کے رسول اکرم ﷺ کی دعا والحاح وزاری ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، دارمی، ابن عساکر اور احمد سے روایت کی ہیں۔ اصل واقعاتِ غار ثور پر حدیث ابن اسحاق پر اس میں تشریح نہیں ہے۔

۷۰۔ سہیلی (۲ / ۳۱۵۔۳۱۶) مذکورہ بالا روایات و تشریحات کے علاوہ (۲ / ۳۱۸) صحیح بخاری (۷ / ۱۸۳) اور طبقات ابن سعد (۱ /۲۲۹) سے ذات النطاق/ذات النطاقین کی حدیث کا حوالہ۔ بخاری/ فتح الباری (۷ / ۲۸۸۔۲۹۹ومابعد) کی دو احادیث میں ذات النطاق کا تسمیہ ہے، جو حضرات ابن عباسؓ اور عائشہؓ سے: ۳۹۰۵ اور ۳۹۰۷ میں ہے اور موخر الذکر میں حضرت اسمائؓ کی روایت سے ذات النطاقین کا ذکر ہے۔ اس میں یہ دل چسپ اضافہ ہے کہ جب زادراہ کا تھیلا تیار ہوگیا تو حضرت اسمائؓ نے اپنے والد سے کہا کہ رسّی باندھنے کے لیے میرے پاس سوائے میرے پٹکے (نطاقی) کے اور کچھ نہیں تو انہوں نے فرمایا: ''اس کو پھاڑ دو'' اس وجہ سے میں ذات النطاقین کہلائی۔ مسند احمد (۲۶۳۸۸، مسند اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ) میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے مشورے یا حکم پر حضرت اسمائؓ نے ایک نطاق سے مشکیزہ باندھ دیا اور دوسرے سے توشہ دان۔ اول حدیث میں توشہ دان کے ساتھ مشکیزہ باندھنے کے لیے کچھ نہ ملنے کا ذکر ہے، جب کہ دوسری احادیث میں صرف ایک کا ذکر ملتا ہے۔

۷۱۔ سہیلی، مذکورہ بالا، حدیث بخاری (۲۲۶۳) فتح الباری (۴ / ۵۵۸۔۵۵۹) کتاب الاجارہ، باب استیجار المشرکین عند الضرورۃ الخ حضرت عروہؒ کے واسطہ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بنو الدئل کے خاندان بنو عبد بن عدی کے ایک ماہر راہ بر (ھادیاً خریتاً) کے اجرت پر لینے کے بارے میں ہے، جس میں اس کے ماہر فن، مشرک ہونے کے علاوہ، سواریوں کی تحویل اور تین راتوں کے بعد سواریوں کے ساتھ آمد اور روانگی کا ذکر ہے۔ دلیلِ راہ نے مکہ کا زیریں علاقہ، جو طریق ساحل پر تھا ، اختیار کیا تھا اور ان دونوں کے ساتھ حضرت عامر بن فہیرہؓ بھی تھے۔ بخاری میں اس حدیث کے بہت سے اطراف ہے: ۲۲۶۴، ۳۰۳۸، ۳۴۱۴، ۳۴۳۳، ۴۳۴۴، ۶۱۲۴، ۶۹۲۳، ۷۱۴۹، ۷۱۵۶، ۷۱۵۷، ۷۱۷۲۔ ان سب کا تقابلی و تجزیاتی مطالعہ ایک دل چسپ تحقیق کا موضوع ہے۔

۷۲۔ سہیلی ۲ / ۳۲۰ نے بھی حاشیہ و تشریح سے گریز کیا ہے۔

۷۳۔ سہیلی (۲ / ۳۲۰) نے خبر الجنی کی حدیث کے لیے حاکم (۳ / ۹) اور ابن سعد (۱ / ۲۳۰) کا حوالہ دیا ہے۔

۷۴۔ سہیلی (۲ /۳۲۱) نے کوئی تشریح نہیں کی۔ مسند احمد کی حدیث (۱۷۱۶۴) حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ سے مروی ہے اور پوری طرح ابن اسحاق کی حدیث کی تصدیق کرتی ہے، بلکہ لفظاً و معناً اسی جیسی ہے۔

۷۵۔ سہیلی (۲ / ۳۱۵۔۳۱۶،۳۲۱۔۳۲۲ومابعد) نے حضرت سراقہؓ کے ترجمہ کے مآخذ کا ذکر کیا ہے

اور ان کی درخواست پر حضرت ابوبکرؓ کے کتاب لکھنے کی حدیث کے لیے فتح الباری (۷/ ۳۳۸) ابن جوزی کی المنتظم (۳/ ۵۵) حاکم (۳/ ۶) مسلم (۲۰۰۹، بعض حصہ) اور احمد (۳/ ۲۱۲) کی تخریج کا ذکر کیا ہے۔ بخاری/ فتح الباری (۷/ ۲۹۷ وما بعد) حدیث: ۳۹۰۶ میں ابن اسحاق کی سند سے ہی پوری خبرِ تعاقب ہے۔ اس میں کتاب نبوی کو کتابِ امن کہا گیا ہے اور حضرت عامر بن فہیرہؓ کو اس کا کاتب بتایا گیا ہے۔ انھوں نے چمڑے کے رقعہ (رقعة ادم) پر اسے لکھا تھا۔ باقی حصۂ حدیثِ بخاری راہِ ہجرت میں مسلم قافلۂ تجارت سے ملاقات و خدمات سے متعلق ہے۔ حافظ موصوف نے کافی تفصیل سے شرح کی ہے۔ نیز حدیث بخاری (۳۹۰۸) جو مختصر ہے، مسند احمد (۱۷۱۴۱ مسند، سراقہ بن مالکؓ) میں یہی تفصیل ہے اور کتابِ امن کے لکھنے والے کا نام عامر بن فہیرہؓ بتایا گیا ہے۔ نیز حدیث مسند (۳) مسند ابی بکر صدیقؓ میں بھی سراقہ کے تعاقب کا ذکر ہے اور بعض نئی معلومات بھی ہیں۔

نوٹ: سیرت ابن ہشام/ ابن اسحاق کا ایک محقق اڈیشن مکتبۃ المورد قاہرہ سے ۲۰۰۶ء میں حمدی بن محمد نور الدین آل نوفل کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اسی کی روشنی میں اس مضمون میں 'سیرتِ ابن اسحاق میں مکی دور کی احادیث' کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ تفصیل کے طالب اس محقق اڈیشن سے رجوع کرسکتے ہیں۔ (ادارہ)

اسلام کی دعوت

مولانا سید جلال الدین عمری

رسول کی تعریف اور اس کی ذمہ داریاں، حضرت محمد مصطفی ﷺ کا عظیم کارنامۂ دعوت، مباحثِ دعوت، دعوت اور اتباع، دعوت و اصلاح کی ترتیب، دعوت کے اصول و آداب، انکارِ دین کے اسباب، دعوت کے لیے ضروری اوصاف (ایمان باللہ، ایمان بالآخرۃ، نماز، زکوۃ، اخلاص اور استقامت) دعوت اور تنظیم، اور تنظیم کیسے مستحکم ہوتی ہے؟ جیسے اہم موضوعات پر خالص داعیانہ گفتگو۔ کتاب کے مطالعے سے قاری پر دعوت و تبلیغ کا تصور واضح ہوگا اور اسے اپنے اندر کارِ دعوت کے لیے جذبہ وحرارت کا بھی احساس ہوگا۔ فاضل مصنف کی نظر ثانی اور ضروری حذف و اضافہ کے بعد تازہ اور دل کش اڈیشن۔

صفحات: ۳۴۴ قیمت: ۲۲۵ روپے

بحث ونظر

غیر مسلموں کی تقریبات میں شرکت کے حدود

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

موجودہ دور میں 'کثیر مذہبی معاشرہ' (Plural society) کی اصطلاح بہت ابھر کر سامنے آئی ہے۔ اس کا مطلب ہے ایک ایسا سماج جس میں مختلف مذاہب کے ماننے والے رہتے بستے ہوں، سب اپنے اپنے مذہب پر عمل کرتے ہوں، ساتھ میں دیگر مذاہب کا احترام بھی کرتے ہوں، ان کے درمیان خوش گوار سماجی تعلقات ہوں اور وہ پر امن زندگی گزارتے ہوں۔ ایسے سماج کو مثالی (Ideal) سماج تصور کیا جاتا ہے۔

اسلام پر آج کل جو اعتراضات کیے جاتے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ کثیر مذہبی معاشرہ کا قائل نہیں ہے۔ وہ اپنے ماننے والوں کو دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ گھل مل کر رہنے سے روکتا ہے اور انھیں الگ تھلگ رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ وہ علی الاعلان خود کو حق اور دیگر مذاہب کو باطل قرار دیتا ہے اور اس کے نزدیک حق و باطل میں یک جائی ممکن نہیں۔ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو وہ حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اسلامی ریاست کی حدود میں انھیں بس ذلت وخواری کے ساتھ رہنے کی اجازت دیتا ہے۔ انفرادیت، علیٰحدگی اور عزلت پسندی پر مبنی اسلامی تعلیمات کی بنا پر دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ مسلمانوں کے خوش گوار تعلقات اور بقائے باہم ممکن نہیں۔ اسلام پر اعتراضات کرنے والوں کی جانب سے اس طرح کی

باتیں آئے دن سننے کو ملتی ہیں۔

غیر مسلموں سے سماجی تعلقات

مذکورہ بالا اعتراضات اسلامی تعلیمات کو صحیح تناظر میں نہ سمجھنے کا نتیجہ ہیں۔ اسلام مذاہب کے اختلاف کو گوارا کرتا ہے اور ایک ایسے سماج کو تسلیم کرتا ہے جس میں مختلف مذاہب کے ماننے والے رہتے ہوں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ (ھود:۱۱۸)

''بے شک تیرا رب اگر چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک گروہ بنا سکتا تھا، مگر وہ مختلف طریقوں ہی پر چلتے رہیں گے''۔

اس آیت میں واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین حق ایک ہی ہے اور اس کی رضا اسی میں ہے کہ لوگ اسے قبول کرلیں، لیکن اس کی مشیت یہ نہیں ہے کہ تمام انسان دینِ حق کے حامل بن جائیں۔ اس نے انھیں انتخاب و اختیار کی آزادی بخشی ہے۔ وہ اپنے لیے جس راہ کو چاہیں پسند کریں اور جس مذہب پر چاہیں عمل کریں۔

سماج میں جو انسان رہتے بستے ہوں ان کے درمیان آپسی تعلقات پیدا ہونا ناگزیر ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ یہ تعلقات عدل و انصاف اور حسن سلوک کی بنیاد پر قائم ہونے چاہییں اور مذاہب کے اختلاف کو اس معاملے میں آڑے نہیں آنے دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (الممتحنۃ: ۸)

''اللہ تمھیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنھوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی ہے

اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔

غیر مسلموں سے سماجی تعلقات کے سلسلے میں یہ آیت بہت اہم ہے۔ اس میں ان غیر مسلموں کا تذکرہ ہے جو مسلمانوں سے آمادۂ پیکار نہیں رہتے، بلکہ امن وسکون کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارتے ہیں۔ اس میں دو الفاظ قابلِ مطالعہ ہیں: ''اَنۡ تَبَرُّوۡهُمۡ'' اور ''تُقۡسِطُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ''۔ 'بر' سے مراد حسن سلوک اور صلہ رحمی ہے۔ اس میں زیادہ سے زیادہ حسن سلوک کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔[۱] قسط کو بعض مفسرین نے عدل وانصاف کے معنیٰ میں لیا ہے، یعنی غیر مسلموں کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کرو۔ اور اس کا مطلب وہ یہ بتاتے ہیں کہ غیر مسلموں سے تعلقات میں میانہ روی اختیار کرو۔ نہ ان سے بہت قربت رکھو، نہ ان سے بہت دور رہو۔[۲] ابن العربی مالکیؒ کہتے ہیں: 'تُقۡسِطُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ کا مطلب یہ ہے کہ صلہ رحمی کے طور پر اپنے مال کا کچھ حصہ انھیں دو''۔[۳]

قرآن کی ان تعلیمات کو مسلمانوں نے ہر زمانے میں ملحوظ رکھا ہے۔ مکی عہد میں وہ مشرکین کے ساتھ اور ان کے درمیان رہتے تھے۔ حبشہ میں مہاجرین کی بود وباش عیسائیوں کے درمیان تھی۔ مدینہ کے اطراف میں یہودیوں کے قبائل آباد تھے اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی معاشرت تھی۔ ان مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان خوش گوار سماجی تعلقات تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان پر کبھی قدغن نہیں لگائی اور کبھی انھیں محدود کرنے کی کوشش نہیں کی۔

تقریبات۔ سماجی زندگی کا ایک اہم حصہ

انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ مختلف مناسبتوں سے دوسرے انسانوں سے ملاقات کرے، ان کی خوشیوں میں شریک ہو اور انھیں اپنی خوشیوں میں شریک کرے، وہ کسی مصیبت کا شکار ہوں تو انھیں دلاسا دے اور جب خود اس پر کوئی افتاد پڑے تو دوسروں سے تسلّی اور ہم دردی حاصل کرے۔ خوشی ومسرت اور غم و

اندوہ کے مواقع پر مختلف رشتوں سے جڑے لوگ جب کہیں جمع ہوتے ہیں تو انھیں تقریبات کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ تقریبات سماجی بھی ہوسکتی ہیں اور مذہبی بھی۔ مذہبی تقریبات میں کچھ مخصوص رسوم بھی انجام دی جاتی ہیں، جو کسی عقیدہ پر مبنی ہوتی ہیں۔

کثیر مذہبی معاشرہ میں رہنے والے مختلف طبقات کے افراد جب اپنی تقریبات منعقد کرتے ہیں تو سماجی تعلقات کی بنا پر دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو بھی مدعو کرتے ہیں۔ مسلمان اپنی تقریبات میں اپنے غیر مسلم پڑوسیوں، ملاقاتیوں، کاروباری شرکاء اور بسا اوقات مذہبی نمائندہ شخصیات کو دعوت دیتے ہیں تو غیر مسلم بھی اپنی تقریبات میں اپنے مسلمان دوستوں کو شریک کرتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کی تقریبات میں مسلمانوں کی شرکت کے کیا حدود و قیود ہیں، جن کی رعایت کی جانی چاہیے؟ موجودہ دور میں یہ سوال اس لیے بھی اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دینے کے مقصد سے مسلمانوں کی جانب سے غیر مسلموں کو اپنی تقریبات میں مدعو کرنے اور غیر مسلموں کی جانب سے مسلمانوں کو اپنی تقریبات میں بلانے کا رجحان بڑھا ہے اور اسے وقت کی ضرورت قرار دیا جا رہا ہے۔

توحید۔ اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ

مذکورہ بالا سوال کا جواب تلاش کرنے اور اس کی جزئیات پر غور کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں عقیدۂ توحید کی اہمیت پر کچھ روشنی ڈال دی جائے۔

توحید اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ اس کے مقابلہ میں اس نے شرک پر سخت تنقید کی ہے۔ نزولِ قرآن کے زمانے میں لوگ شرک و بت پرستی میں مبتلا تھے۔ عیسائیوں نے غلو کرکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا لیا تھا۔ اس کے بعض فرقے 'اقانیم ثلاثہ' کا عقیدہ رکھتے تھے۔ قریش نے ہزاروں دیوی دیوتا بنا رکھے تھے، جن کے آگے وہ اپنی جبینِ نیاز خم کرتے تھے۔ قرآن نے ان تمام فرقوں

کی گم راہی واضح کی اور شرک کو نا قابل معافی جرم قرار دیا:

إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ. وَمَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْماً عَظِيماً (النساء:۴۸)

''اللہ بس شرک کو ہی معاف نہیں کرتا، اس کے ما سوا دوسرے جس قدر گناہ وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھہرایا اس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی''۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اس کے نامۂ اعمال میں تین طرح کے اعمال ہوں گے۔ کچھ اعمال وہ ہوں گے جنھیں اللہ تعالیٰ کسی بھی صورت میں معاف نہیں کرے گا اور یہ شرکیہ اعمال ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ (المائدۃ: ۷۲)

''جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ نے جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔'' ۴؎

اس لیے غیر مسلموں کی تقریبات میں شرکت کرتے وقت ان تمام اعمال سے لازماً پرہیز کیا جائے گا جو صراحۃً شرکیہ ہوں، یا ان میں شرک کا شائبہ پایا جاتا ہو۔

تشبہ سے ممانعت

اس سلسلے میں ایک دوسرا اصول بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ اسلامی شریعت میں مسلمانوں کو اپنا تشخص برقرار رکھنے پر زور دیا گیا ہے اور انھیں دیگر قوموں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من تشبہ بقوم فھو منھم ۵؎

''جس شخص نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے''۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

لیس منا من تشبہ بغیرنا ۶؎

''وہ ہم میں سے نہیں جو دوسروں کی مشابہت اختیار کرے''۔

عہد نبویؐ میں یہود و نصاریٰ کا شمار مذہبی اقوام میں ہوتا تھا۔ عبادات اور معاشرت میں وہ بہت سے ایسے کام انجام دیتے تھے جو ان کی پہچان بن گئے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو ان اعمال میں ان کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا۔

غیر مسلموں کو سلام کرنا

کسی تقریب میں شرکت کی جائے تو سب سے پہلے سامنا میزبان سے ہوتا ہے۔ اگر وہ غیر مسلم ہو تو کیا اس سے سلام کیا جا سکتا ہے؟

غیر مسلم کو سلام کرنے کے تعلق سے احادیث میں مختلف احکام ملتے ہیں۔ بعض احادیث میں انھیں سلام کرنے سے منع کیا گیا ہے، جب کہ بعض صحابہ و تابعین سے ثابت ہے کہ وہ انھیں سلام کرتے تھے۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مجمع میں اگر غیر مسلموں کے ساتھ کچھ مسلمان بھی ہوں تو سلام کیا جا سکتا ہے۔ ایک بحث یہ بھی ملتی ہے کہ سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے کے لیے کیا الفاظ استعمال کیے جائیں؟ کیا انھیں اسی طرح سلام کیا جا سکتا ہے جس طرح مسلمانوں کو کیا جاتا ہے؟ یا ان کے لیے دیگر مناسب الفاظ کا استعمال کیا جائے گا؟ اس موضوع پر مولانا سید جلال الدین عمری نے تفصیل سے لکھا ہے۔ (احادیث اور آثار صحابہؓ کے لیے ان کی طرف رجوع کیا جائے) ۷؎ آخر میں انھوں نے پوری بحث کا خلاصہ ان الفاظ میں درج کیا ہے:

> ''ہمیں ایک ایسے معاشرے کے بارے میں سوچنا چاہیے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کا ملا جلا اور مخلوط معاشرہ ہے، جہاں دونوں کے درمیان ثقافتی، سماجی، معاشی، غرض مختلف نوعیت کے تعلقات موجود ہیں اور دونوں قانونی اور دستوری روابط میں بندھے ہوئے ہیں۔ اس طرح

کے معاشرے میں غیر مسلموں کو مسنون طریقے سے سلام کیا جائے تو یہ مخالفِ سلف عمل نہ ہوگا۔ ہوسکتا ہے، اس طرح وہ آہستہ آہستہ اسلامی آداب سے مانوس ہوتے چلے جائیں اور ان کی معنویت ان پر زیادہ بہتر طریقے سے واضح ہو جائے۔ اس میں قباحت محسوس ہو تو ان کے لیے عزت واحترام، محبت وخیر خواہی کے دوسرے الفاظ استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ البتہ اس بات کا ضرور خیال رکھنا ہوگا کہ تعلقات کے اظہار میں ایسے طریقے نہ اختیار کیے جائیں جو کسی دوسرے مذہب یا تہذیب کے مخصوص شعار کی حیثیت رکھتے ہوں اور ایسے الفاظ نہ استعمال کیے جائیں جو اسلامی عقائد سے متصادم ہوں‘‘۔ ۸؎

تحائف کا تبادلہ

تقریبات اگر خوشی کی ہوں تو ان میں تحائف بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کو تحائف دیے جاسکتے ہیں اور ان کے تحائف قبول بھی کیے جاسکتے ہیں۔

کسریٰ (شاہِ ایران)، قیصر (شاہ روم) اور دیگر بادشاہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تحفے بھیجے، جنھیں آپؐ نے قبول فرمایا اور بسا اوقات ان کے جواب میں آپ نے بھی تحفے بھیجے۔ قبیلۂ حمیر کے بادشاہ ’ذویزن‘ نے آپ کی خدمت میں ایک قیمتی جوڑا بھیجا۔ آپؐ نے اسے قبول فرمایا اور اسی طرح کا ایک قیمتی جوڑا اسے بھی تحفے میں بھیجا۔ ۹؎ نجاشی شاہِ حبشہ نے آپؐ کو ایک خچر ہدیہ کیا تھا، جسے آپ سواری کے لیے استعمال فرماتے تھے۔ ۱۰؎ مقوقس شاہِ اسکندریہ (مصر) نے آپ کی خدمت میں بہت سے تحائف بھیجے تھے، مثلاً ایک ہزار مثقال سونا، بیس (۲۰) ملائم کپڑے، دلدل نامی خچر، یعفور نامی گدھا، شیشے کا پیالہ، لکڑی کی سرمہ دانی، آئینہ، کنگھی وغیرہ۔ اس نے ساتھ میں دو باندیاں اور ایک غلام بھی بھیجا تھا، جن میں

سے ایک حضرت ماریہؓ کو آپ نے اپنی ملکِ یمین میں لے لیا تھا۔۱۱؎

ماکولات ومشروبات

کھانے پینے کا اہتمام تقریبات کا لازمی جزء سمجھا جاتا ہے۔ کسی تقریب میں یہ نہ ہو تو وہ ادھوری معلوم ہوتی ہے۔ مختصر تقریبات میں چائے بسکٹ، پھل، میوہ جات وغیرہ پر اکتفا کیا جاتا ہے، جب کہ بڑی تقریبات میں انواع واقسام کے کھانوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ کھانے پینے کے سلسلے میں اسلام نے جو بنیادی تعلیمات دی ہیں انھیں تقریبات میں بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

۱۔ غیر مسلموں کی تقریبات میں شراب اور دیگر نشہ آور مشروبات کا استعمال عام ہے۔ اسلام میں اس کو صراحت کے ساتھ حرام قرار دیا گیا ہے اور اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْ □ سِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْ □ طٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدۃ: ۹۰)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہ شراب، جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔ ان سے پرہیز کرو۔ امید ہے کہ تمھیں فلاح نصیب ہوگی''۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کل مسکر خمر و کل مسکر حرام ۱۲؎

''ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے''۔

۲۔ اسلام میں جن جانوروں کا گوشت کھانا حرام قرار دیا ہے ان میں سے ایک خنزیر ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کی صراحت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْ □ کُمُ الْمَیْ □ تَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ (البقرۃ: ۱۷۳)

''اللہ کی طرف سے اگر کوئی پابندی تم پر ہے تو وہ یہ ہے کہ تم مردار نہ کھاؤ، خون سے اور سور کے گوشت سے پرہیز کرو''۔ ۱۳؎

۳۔محرمات میں (جیسا کہ آیتِ بالا میں صراحت ہے) مردار بھی ہے۔ سورۂ المائدہ (آیت نمبر ۳) میں صراحت ہے کہ چاہے وہ طبعی موت مرا ہو یا گلا گھٹنے یا چوٹ کھانے یا کسی بلند مقام سے گرنے یا دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے اس کی موت واقع ہوئی ہو، بہ ہر حال اس کا گوشت کھانا حرام ہے۔

۴۔جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر یا بتوں کے آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو، اس کا گوشت کھانا بھی حرام ہے۔قرآن مجید میں محرمات کی جو فہرست دی گئی ہے، اس میں یہ بھی ہے:

وَمَآ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (البقرۃ۱۷۳:) ۱۴؎

''اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو''۔

سورۂ مائدہ میں محرمات کی فہرست میں یہ بھی مذکور ہے:

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (المائدۃ: ۳)

''اور وہ جانور جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو''۔

۵۔اسی طرح اس جانور کا گوشت کھانا بھی حرام قرار دیا گیا ہے جسے ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهٗ لَفِسْقٌ

(الانعام۱۲۱:)

''اور جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو، اس کا گوشت نہ کھاؤ۔ایسا کرنا فسق ہے''۔

۶۔ اس تفصیل سے واضح ہوا کہ اسلام میں غیر مسلموں (مشرکین) کے ذبیحے کو حرام قرار دیا گیا ہے، البتہ اس معاملہ میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے کہ ان کا ذبیحہ حلال ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ (المائدۃ: ۵)

''آج تمھارے لیے ساری پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔اہل کتاب

کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا ان کے لیے''۔

اس آیت میں لفظ 'طعام' (کھانا) آیا ہے، جس میں عموم پایا جاتا ہے، لیکن متعدد صحابہ و تابعین سے مروی ہے کہ اس سے مراد ذبیحہ ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں صحابہ و تابعین کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

وهذا أمر مجمع عليه بين العلماء أن ذبائحهم حلال للمسلمين، لأنهم يعتقدون تحريم الذبح لغير الله ولا يذكرون على ذبائحهم الا اسم الله وان اعتقدوا فيه تعالى ما هو منزه عن قولهم۔[۱۵]

''علماء کا اجماع ہے کہ اہلِ کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے حلال ہے، اس لیے کہ وہ غیر اللہ کے نام سے ذبح کو حرام سمجھتے ہیں اور اللہ ہی کے نام سے ذبح کرتے ہیں، اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بعض ایسے اعتقادات رکھتے ہیں، جن سے وہ پاک ہے''۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس ذیل میں ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے:

''اہل کتاب کا ذبیحہ ہمارے لیے حلال ہونے کی عام اجازت دینے سے پہلے اس فقرہ کا اعادہ فرما دیا گیا ہے کہ ''تمھارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں ہیں''۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ کتاب اگر پاکی وطہارت کے ان قوانین کی پابندی نہ کریں جو شریعت کے نقطۂ نظر سے ضروری ہیں، یا اگر ان کے کھانے میں حرام چیزیں شامل ہوں تو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ مثلاً اگر وہ اللہ کا نام لیے بغیر کسی جانور کو ذبح کریں یا اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیں تو اسے کھانا ہمارے لیے جائز نہیں۔ اسی طرح اگر ان کے دستر خوان پر شراب یا سور یا کوئی اور حرام چیز ہو تو ہم ان کے ساتھ شریک نہیں ہوسکتے''۔[۱۶]

غیر مسلموں کی تیار کردہ چیزیں، مثلاً مٹھائیاں یا کھانے کی دوسری چیزیں، ان کا استعمال مسلمانوں کے لیے بلا کراہت جائز ہے۔ بشرطے کہ ان میں کسی حرام چیز کی آمیزش نہ ہو اور بتوں پر ان کا چڑھاوا نہ کیا گیا ہو۔

تعزیت اور جنازہ میں شرکت

کسی غیر مسلم عزیز، پڑوسی، کاروباری شریک یا ملاقاتی کا انتقال ہو جائے تو اس کی تعزیت کرنی چاہیے۔ یہ ایک سماجی تقاضا ہے، جس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ البتہ تعزیت کرتے ہوئے کوئی ایسی بات زبان سے نہیں نکالنی چاہیے، جو کسی اسلامی عقیدے سے ٹکراتی ہو۔

حضرت حسن بصریؒ کی مجلس میں ایک نصرانی شریک ہوتا تھا۔ اس کا انتقال ہوا تو انھوں نے اس کے بھائی سے مل کر تعزیت کی۔ فرمایا: ''تم پر جو مصیبت آئی ہے، اس پر صبر کرو۔ اللہ تمھیں اس کا اچھا بدلہ عطا کرے گا۔'' ۱۷؎

غیر مسلم کے جنازے میں شرکت کی جا سکتی ہے۔ اس کا مقصد وفات پانے والے شخص سے تعلق کا اظہار اور اس کے عزیزوں اور متعلقین کو تسلّی اور دلاسا دینا ہوتا ہے۔ تجہیز و تکفین میں، ظاہر ہے، مذہبی امور اور ہدایات کی پابندی کی جاتی ہے، غیر مسلم اپنے طریقے پر اس کا نظم کریں گے، لیکن ایک مسلمان کو بہ ہر حال اس کی اجازت ہے کہ وہ انسانی تعلق اور ہم دردی کے اظہار کے لیے اس موقع پر موجود رہے اور اس کے جنازے میں شریک ہو۔ متعدد صحابۂ کرامؓ اور تابعین عظام سے اس کا عملی ثبوت ملتا ہے۔ ۱۸؎

البتہ اس موقع پر یہ احتیاط لازمی ہے کہ مسلمان کسی ایسے عمل میں شریک نہ ہو جو اسلامی نقطۂ نظر سے ناجائز ہو، مثلاً چِتا میں آگ لگانا، کہ اسلامی شریعت میں انسانی نعش کو آگ میں جلانے کی اجازت نہیں ہے، یا دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کرنا، کہ غیر مسلم میت کے لیے ایسا کرنے سے صراحۃً منع کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ

(التوبۃ: ۱۱۳)

''نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں، زیبا نہیں ہے کہ مشرکوں

کے لیے مغفرت کی دعا کریں، چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ ان پر یہ بات کھل چکی ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ہیں''۔

احادیث میں ہے کہ یہ آیت اللہ کے رسول ﷺ کے عزیز چچا جناب ابو طالب کی وفات کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ میں ان کے لیے برابر دعائے مغفرت کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے ایسا کرنے سے منع نہ کر دیا جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ۱۹؎

اسی طرح ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی۔ وہاں آپ کے اوپر گریہ کی کیفیت طاری ہوگئی اور آپؐ کو دیکھ کر صحابۂ کرام بھی رونے لگے۔ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا:

استأذنت ربی أن استغفر لھا فلم یأذن لی۔ ۲۰؎

''میں نے اپنے رب سے ماں کے استغفار کے لیے اجازت طلب کی، لیکن مجھے اجازت نہیں ملی''۔

قومی یا سماجی تقریبات میں شرکت

ملک میں بعض ایسی تقریبات منعقد کی جاتی ہیں جن کی نوعیت قومی ہوتی ہے اور ان میں عموماً شرکیہ افعال انجام نہیں دیے جاتے، اگر چہ تقریبات منعقد کرنے والے چوں کہ ہندو ہوتے ہیں اس لیے ان کے بعض افعال میں ہندوانہ کلچر کی جھلک آجاتی ہے۔ مثال کے طور پر یوم آزادی، یوم جمہوریہ اور بعض دیگر تقریبات میں ملک کے جھنڈے کو لہرایا جاتا ہے اور اسے سلامی دی جاتی ہے۔ ان مواقع پر قومی ترانہ پڑھا جاتا ہے تو تمام حاضرین کے لیے کھڑا ہونا لازمی سمجھا جاتا ہے۔

کیا ایسی تقریبات میں مسلمان شریک ہو سکتا ہے؟ بعض فقہاء مثلاً مفتی کفایت اللہ اور مولانا عبد الرحیم لاجپوری وغیرہ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ ۲۱؎ کل ہند تعمیر ملت حیدر آباد کے سمینار منعقدہ ۲۰۰۰ء میں اس سلسلے میں یہ تجویز منظور ہوئی تھی:

''قومی پرچم کو سلامی دینا اور قومی ترانہ کے درمیان کھڑا ہونا، عبادت و

بندگی کے قبیل سے نہیں، بلکہ ملک سے محبت وتعلق کے اظہار کی ایک علامت سمجھی جاتی ہے۔ اس پہلو سے اس میں گنجائش ہے، لیکن اسلامی مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہے''۔ ۲۲ ؎

بعض تقریبات کے آغاز میں شمع جلائی جاتی ہے، ناریل پھوڑا جاتا ہے، ربن کاٹی جاتی ہے، یا اس طرح کے دیگر کام انجام دیے جاتے ہیں۔ یہ تمام کام اسلامی تہذیب سے مغایر ہیں، اس لیے ان کی انجام دہی پسندیدہ نہیں، لیکن اگر ان کا کوئی شرکیہ پس منظر نہ ہو تو ایسی تقریبات میں شرکت کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

مذہبی تقریبات میں شرکت

غیر مسلموں کی کچھ تقریبات خالص مذہبی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ ان میں شرکیہ افعال انجام دیے جاتے ہیں۔ ایسی تقریبات میں شرکت عام حالات میں مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَإِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَاماً

(الفرقان: ۷۲)

''(اور رحمن کے بندے وہ ہیں) جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور کسی لغو پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں''۔

اس آیت میں 'زور' سے مراد بعض صحابہ وتابعین (مثلاً حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، ابو العالیہ، مجاہد، طاؤس، ابن سیرین، ربیع بن انس اور ضحاک وغیرہ) نے مشرکوں کے تہوار لیے ہیں۔ ۲۳ ؎

عہد نبوی میں ایک شخص نے نذر مانی کہ 'بوانہ' نامی مقام پر ایک اونٹ ذبح کرے گا۔ اس نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے اپنی اس نذر کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے دریافت فرمایا: کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت ہے، جس کی پرستش کی جاتی ہو؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے دریافت کیا: کیا وہاں جاہلیت کے تہواروں میں سے کوئی تہوار منایا جاتا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: نہیں۔ تب آپؐ

نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔ ۲۴؎

ایک عورت نے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں نے نذر مانی تھی کہ فلاں جگہ (جہاں عہد جاہلیت میں لوگ جانور ذبح کیا کرتے تھے) جانور قربان کروں گی۔ آپؐ نے دریافت کیا: کیا وہاں اہل جاہلیت کسی مٹی یا پتھر کے بت کے لیے قربانی کرتے تھے؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ تب آپؐ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔ ۲۵؎

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ان مقامات پر، جہاں بتوں کی پرستش کی جاتی ہو اور شرکیہ افعال انجام دیے جاتے ہوں، نذر کا جانور ذبح کرنا ممنوع ہے تو وہاں منعقد ہونے والے تہواروں میں شرکت بھی جائز نہ ہوگی۔

علامہ ابن تیمیہ نے درج بالا احادیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

> ''جب جاہلی میلوں اور عبادت گاہوں پر کسی عقیدت مندانہ حاضری سے منع کیا گیا ہے تو خود جاہلی تہواروں میں شرکت بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگی''۔ ۲۶؎

اسی وجہ سے متعدد اصحابِ افتاء نے غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات میں شرکت کو ممنوع اور حرام قرار دیا ہے۔ ۲۷؎

البتہ اگر کسی شخص کو دینی مصلحت، ملّی تقاضے، دعوتی جذبے، تالیف قلب یا اسلام سے قریب کرنے کے مقصد سے غیر مسلموں کی کسی مذہبی تقریب میں شریک ہونا پڑے تو اس کی گنجائش ہو سکتی ہے، بشرطے کہ وہ کسی مذہبی عمل میں شریک نہ ہو اور اس موقع پر جو مذہبی رسوم انجام دی جاتی ہیں، ان سے دور رہے۔ کتبِ سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ عکاظ، ذوالمجنہ اور ذوالمجاز کے میلوں میں شرکت فرماتے تھے اور وہاں لوگوں سے مل کر ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرتے تھے۔

اسی طرح مختلف تہواروں کے موقع پر اگر خیر سگالی کے طور پر کوئی پارٹی ہوتی ہو، جیسے ہولی ملن وغیرہ اور اس میں مذہبی رسوم نہ انجام دی جاتی ہوں تو وسیع تر دعوتی

مفاد، خیرسگالی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے پیش نظر اس میں شرکت کی جاسکتی ہے۔

مذہبی رسوم کی ایک مثال پیشانی پر 'قشقہ' لگانا ہے کہ اس کا تعلق ہندوؤں کے مذہبی شعائر سے ہے، اس لیے یہ جائز نہیں ہے۔ ۲۸

بعض تقریبات میں 'وندے ماترم' گیت گایا جاتا ہے۔ یہ گیت کھلے طور پر شرکیہ باتوں پر مشتمل ہے، اس لیے کہ اس میں 'بھارت ماتا' کو مخاطب کیا گیا ہے۔ ہندوؤں کے نزدیک 'بھارت' کو ایک دیوی کے روپ میں پیش کیا گیا ہے اور ملک کے مختلف مقامات پر اس کی مورتیاں نصب کی گئی ہیں اور مندر بنائے گئے ہیں۔ اس بنا پر کسی مسلمان کے لیے یہ گیت گانا جائز نہیں ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی نئی دہلی کے سمینار منعقدہ حیدر آباد، ۲۰۔ ۲۲/جون ۲۰۰۴ء میں اس سلسلے میں یہ قرارداد منظور کی گئی تھی:

> ''وندے ماترم جیسے گیت میں شرکیہ الفاظ ہیں اور ہندوستان کی سرزمین کو معبود کا درجہ دیے جانے کا تصور پایا جاتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے اس جیسے گیت کا پڑھنا شرعاً حرام ہے اور ان پر اس سے احتراز کرنا لازم ہے۔ ۲۹

حواشی ومراجع

۱۔ المفردات فی غریب القرآن، راغب اصفہانی، المطبعۃ المیمنیۃ مصر، ۱۳۲۴ھ، ص ۹۳ (البر: التوسع فی الاحسان الیہ)

۲۔ النکت والعیون (تفسیر الماوردی)، مطابع المقھوی، کویت، ۱۴۰۲ھ، ۴/ ۲۲۳

۳۔ احکام القرآن، ابن العربی، مطبعۃ السعادۃ، مصر، ۱۳۳۱ھ، ۲/ ۲۴۹ (أی تعطوھم قسطاً من أموالکم علی وجہ الصلۃ)

۴۔ مسند احمد، ۲۶۰۳۱ ۵۔ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ، ۴۰۳۱

۶۔ ترمذی، کتاب الاستیذان، ۲۶۹۵

۷۔ غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق، مولانا سید جلال الدین عمری، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی، ۲۰۱۳ئ ص ۱۱۸۔ ۱۳۷

۸۔ حوالہ سابق، ص ۱۳۶۔ ۱۳۷

۹۔ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس المرتفع

۱۰۔ زاد المعاد، ابن قیم، ۱/ ۱۳۴

۱۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: 'غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق' کی بحث 'غیر مسلم سے تحائف کا تبادلہ'، ص ۱۴۸۔ ۱۵۹

۱۲۔ سنن ابی داؤد، کتاب الاشربۃ، باب النہی عن المسکر ،۳۶۷۹

۱۳۔ مزید ملاحظہ کیجیے، المائدۃ: ۳ اور النحل: ۱۱۵

۱۴۔ مزید ملاحظہ کیجیے، المائدۃ: ۳، الانعام، ۱۴۵، النحل: ۱۱۵

۱۵۔ تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر، تفسیر آیتِ مذکور

۱۶۔ تفہیم القرآن، مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی، ۱/ ۴۴۶۔ ۴۴۷

۱۷۔ کتاب الخراج، ابو یوسف، ص ۲۱۷

۱۸۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے مصنف عبد الرزاق، ۶/ ۳۶۔ ۳۸

۱۹۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا قال المشرک عند الموت لا الہ الا اللہ، ۱۳۶۰

۲۰۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب استیذان النبی ربّہ عزّ وجلّ فی زیارۃ قبر امّہ

۲۱۔ فتاویٰ رحیمیہ، ۶/ ۲۸۸ ۲۲۔ ماہ نامہ الرشاد، جلد ۴۰، شمارہ ۳۳۵، نومبر ۲۰۰۰ئ، ص ۳۵

۲۳۔ تفسیر ابن کثیر، الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی)، تفسیر آیت مذکور

۲۴۔ سنن ابی داؤد، کتاب الایمان، باب مایؤ مر بہ من الوفاء بالنذر، ۳۳۱۳، صححہ الألبانی

۲۵۔ سنن ابی داؤد، حوالہ سابق، ۳۳۱۲، قال الألبانی: حسن صحیح

۲۶۔ اقتضاء الصراط المستقیم، ابن تیمیۃ،

۲۷۔ مثلاً ملاحظہ کیجیے، فتاویٰ محمودیہ: ۱۴/ ۴۰۴، مجموعۃ الفتاویٰ: ۲/ ۱۱۹، فتاویٰ رشیدیہ، ص ۵۵۶، کفایت المفتی: ۹/ ۳۳۶

۲۸۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان روابط۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، ایفا پبلی کیشنز نئی دہلی، ۲۰۱۳، ص ۲۷

۲۹۔ نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، جون ۲۰۱۴ئ، ص ۱۱۳

صرفِ دولت کے اسلامی اصول و آداب

ڈاکٹر سعدیہ گلزار

مال و دولت خرچ کرنے میں بڑی بے اعتدالی پائی جاتی ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں: ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا یا ضرورت سے کم خرچ کرنا۔ اول الذکر کو اسراف و تبذیر اور مؤخر الذکر کو بخل کہتے ہیں۔ اسراف سے مراد ہے بغیر مقصد کے فضول کاموں پر خرچ کرنا، ایسے امور پر خرچ کرنا جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، چاہے زیادہ ہو یا کم۔ ۱؎ اسراف کا اطلاق ضرورت سے زیادہ خرچ پر بھی ہوتا ہے۔

اگرچہ اسراف اور تبذیر دونوں الفاظ کا استعمال فضول خرچی کے لیے ہوتا ہے، تاہم تبذیر کا لفظ حرام کاموں میں مال خرچ کرنے کے لیے مستعمل ہے۔ تبذیر سے مراد مال کا ضائع کرنا اور حدِ اعتدال سے زیادہ خرچ کرنا ہے۔ اس میں مال کو گناہ کے کاموں میں خرچ کرنا شامل ہے۔ ۲؎ گویا حرام امور پر خرچ کرنا تبذیر ہے۔ چنانچہ شراب یا کوئی نشہ آور شے خریدنا، سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا، مردوں کا ریشم کا لباس اور سونا پہننا، رقص و سرور کی محفلیں آراستہ کرنے کے لیے دولت صرف کرنا تبذیر کے زمرے میں آتا ہے۔

بے جا عیش و عشرت

عصر حاضر میں بے جا عیش و عشرت اور رسم و رواج پر کروڑوں روپے خرچ کر دیے جاتے ہیں۔ اس کا مقصد محض معیار زندگی کو بلند کرنا، بڑے بڑے محلات تعمیر کرنا اور ان کو سجانا، فیشن اور جدید ملبوسات سے آراستہ ہونا، شادی بیاہ کی رسوم

اور دیگر تقریبات کا انعقاد ہوتا ہے۔

مسرفین اپنی ذاتی عیاشیوں پر خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے، لیکن ان کو اپنے ارد گرد کے لوگوں کی بھوک اور افلاس کا احساس نہیں ہوتا۔ عوام کی اکثریت غریب اور متوسط طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ سرمایہ دار اپنے طرز زندگی کے معیار کو قائم رکھنے کی خاطر نت نئے لباس، نئے طرز بود و باش اختیار کرتے ہیں، جب کہ غریب طبقہ دو وقت کی روٹی سے بھی محروم رہتا ہے۔ غرباء کی محرومیوں کی وجہ سے امیر طبقہ کے خلاف ان کی نفرت پروان چڑھتی ہے، جس سے امیر و غریب میں طبقاتی کش مکش جنم لیتی ہے۔ بغض و عدوات کی وجہ سے معاشرہ تباہی کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے۔

بے جا اور غیر شرعی تہوار منانا بھی فضول خرچی کی ایک مثال ہے۔ مثلاً بسنت کے تہوار میں کروڑوں روپے صرف پتنگ بازی میں اڑا دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح نیو ائیر نائٹ پر لاکھوں روپے رقص، آتش بازی اور شراب نوشی پر برباد کر دیے جاتے ہیں۔ ایک اور مغربی تہوار ویلنٹائن ڈے ہے، جس پر خواتین اور مردوں میں پھولوں اور کارڈز کے تبادلے، مخلوط ڈنر اور پارٹیز پر لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر دیے جاتے ہیں۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں: ’’فخر و ریا، نمائش کے خرچِ عیاشی، فسق و فجور کے خرچ، اور تمام ایسے خرچ جو انسان کی حقیقی ضروریات اور مفید کاموں میں صرف ہونے کے بجائے دولت کو غلط راستوں میں بہادیں، دراصل خدا کی نعمت کا کفران ہیں‘‘۔ ۳۔

اسلامی تعلیمات میں فضول خرچی کی ممانعت کی گئی ہے اور خرچ کرنے کے معاملے میں اخلاقی اصول پیش کیے گئے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ

(الاعراف: ۳۱)

کھاؤ پیو اور حد سے مت نکلو۔ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْآ إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَ كَانَ الشَّيْ □ طَانُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا (بنی اسرائیل: ۲۷)

بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی فضول خرچی سے منع فرمایا ہے:

كلوا واشربوا والبسوا وتصدّقوا، فى غير اسرافٍ ولا مخيلةٍ۔ [۴]

کھاؤ پیو، پہنو اور صدقہ کرو، اس میں اسراف ہو نہ تکبر۔

مغربی معاشرے میں ہر شخص کو آزادی ہے کہ اس کی جو مرضی ہو طلب کرے اور جتنا چاہے خرچ کرے۔ اس کے برعکس اسلام نے کچھ حدود قیود مقرر کیے ہیں، جن کے اندر رہتے ہوئے دولت کو خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اسلام انسان کو اس بات کا اختیار نہیں دیتا کہ وہ ناجائز طریقوں سے دولت کمائے اور انھیں اپنی مرضی سے خرچ کرے، بلکہ اس نے حلال ذرائع سے کمانے اور حلال اشیاء پر خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خرچ کرنے کے اسلامی اصولوں کا جائزہ درج ذیل میں لیا جا رہا ہے:

حلال روزی کی ترغیب

شریعت اسلامیہ نے خرچ کرنے میں بھی حلال وحرام کے اصول کو مدنظر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال قرار دیں، جو انسان کی ضروریات کے عین مطابق ہیں۔ ان چیزوں کے استعمال میں ہی انسان کی فلاح پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو بھی پاکیزہ اور حلال اشیاء کے استعمال کا حکم دیا ہے۔ حلال کو حلال اور حرام کو حرام ٹھہرانے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ بنی نوع انسان کو شیطان کی پیروی کرنے سے منع کیا گیا ہے، کیوں کہ شیطان انسان کو برائی کے راستے پر چلنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

الشَّيْطٰنِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔ (البقرۃ: ۱۶۸)

لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں ان میں سے کھاؤ پیو اور شیطان کی راہ پر نہ چلو، وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔

سید قطب شہیدؒ لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انہیں کھاؤ، سوائے ان کے جنہیں حرام قرار دیا گیا ہے۔ حرام وحلال کی تعیین میں صرف اللہ تعالیٰ سے راہ نمائی حاصل کرو اور ان معاملات میں شیطان کی پیروی نہ کرو۔ وہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ وہ ہرگز تمھیں نیکی کا حکم نہیں دے گا، بلکہ غلط تصورات کی ترغیب دے گا۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان خود اپنی مرضی سے بعض چیزوں کو حلال قرار دے اور بعض کو حرام، خواہ اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی دلیل و سند نہ ہو''۔ ۵؎

انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی حلال رزق کھانے کی تلقین کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ۔ (المومنون: ۵۱)

اے رسولو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے میں بخوبی واقف ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پاکیزہ رزق عطا فرمایا اور اسے حکم دیا کہ وہ صرف حلال اور پاکیزہ اشیاء کا استعمال کرے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجا لائے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (البقرۃ: ۱۷۲)

اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمھیں دے رکھی ہیں انھیں کھاؤ، پیو اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرو، اگر تم خاص اس کی عبادت کرتے ہو۔

اسلام میں حلال وحرام واضح ہے، مگر ان کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں۔ تقویٰ کا تقاضا ہے کہ مومن شک وشبہ والے امور ترک کردے۔ اسی میں اس کی فلاح و کام یابی ہے۔ ۶؎

ناجائز امور پر خرچ کی ممانعت

اسلام نے ناجائز کاموں پر مال و دولت خرچ کرنے کی سختی سے ممانعت کی ہے۔ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

(الف) شراب نوشی کی ممانعت

شراب نوشی اور نشہ آور اشیاء کا استعمال اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ شراب کی حرمت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالأَنصَابُ وَالأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدۃ: ۹۰)

اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان (وغیرہ) اور پانسے کے تیر، یہ سب گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں،ان سے بالکل الگ رہو،تا کہ تم فلاح یاب ہو۔

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ 'رجس' کا استعمال بدبو دار چیز، گندگی اور کوڑے کے لیے ہوتا ہے۔'من عمل الشیطٰن' سے مراد شیطان کی اقتدا کرنا ہے۔ یہاں اجتناب تحریم کے معنٰی میں ہے۔۷؎ حدیث میں شراب کو'اُم الخبایث' کہا گیا ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''شراب سے بچو، کیوں کہ اللہ کی قسم شراب أم الخبائث ہے۔ شراب اور ایمان ایک ساتھ جمع نہیں ہوں گے، مگر ایک دوسرے کو نکال باہر کردے گا''۔۸؎ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم ،حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے ادوار میں شراب پینے والے کو ہاتھوں، جوتوں اور چادروں سے مارا جاتا تھا۔حضرت عمرؓ کی خلافت کے اخیر زمانے میں شراب نوشی کی سزا اسّی (۸۰) کوڑے مقرر تھی۔۹؎ حضرت عمرؓ کے عہد میں ضرار،ابو جندل اور بعض دیگر لوگوں نے شراب پی تو ان حضرات کو اسی کوڑے مارے گئے۔۱۰؎ اسلامی معاشرے میں شراب کے ساتھ ساتھ تمام نشہ آور اشیاء کا استعمال بھی ممنوع ہے، کیوں کہ حدیث میں ہر نشہ آور مشروب کو حرام ٹھہرایا گیا ہے۔۱۱؎ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ شراب نوشی کرنے والوں پر حد جاری کرے تا کہ معاشرہ اس

برائی سے پاک ہو سکے۔

(ب) لغو محفلوں اور موسیقی کی حرمت

گانے بجانے کی حرمت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ (لقمان ۶)

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو فضول باتوں کو مول لیتے ہیں، تا کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

جمہور صحابہ، تابعین اور عام مفسرین کے نزدیک 'لھو الحدیث' عام ہے، جس میں گانا بجانا اور اس کا ساز و سامان، موسیقی کے آلات اور ہر وہ چیز شامل ہے جو انسان کو خیر اور بھلائی سے غافل کر دے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے دور کر دے۔ گانا بجانا فحاشی شیطانی عمل ہے اور اسلام ہمیں شیطان کی راہ پر چلنے سے منع کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ۔ (النور: ۲۱)

اے ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر مت چلو۔ جو شخص شیطان کے قدموں کی پیروی کرتا ہے تو وہ بے حیائی اور برے کاموں کا ہی حکم کرے گا۔

انسان جب ناجائز امور (بے حیائی) پر خرچ کرتا ہے تو گویا وہ شیطان کی رہا پر چل راہ ہوتا ہے۔ شیطان ہر لمحہ انسان کو بہکاتا ہے اور اسے برے کاموں کی ترغیب دیتا ہے۔ موسیقی، ناچ گانے کی محفلوں پر پیسہ خرچ کرنا لغویات کے زمرے میں آتا ہے۔ مومن کا ایمان تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی لغو کاموں میں گزارنے کے بجائے اطاعت الٰہی کے مطابق گزارے۔ قرآن حکیم میں مومن کی ایک نمایاں

صفت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ فضول امور سے پرہیز کرتے ہیں۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۔الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ۔وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ (المومنون:۱۔۳)

یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی، جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں، جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

گویا لغو سے پرہیز کرنا اور اس سے بچنا مومن کی ایک نمایاں صفت ہے اور یہی حقیقی فلاح پانے کا راستہ ہے۔

قناعت کی تلقین

قناعت سے مراد یہ ہے کہ حلال ذرائع سے انسان کو جو کچھ ملے، اس پر راضی اور مطمئن ہو جائے۔ زیادہ حرص نہ کرے، کیوں کہ حرص انسان کو حرام ذرائع اختیار کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمیشہ دعا فرماتے تھے: اے اللہ! آل محمدؐ کو ضرورت کے مطابق روزی عطا فرما۔ ۱۲؎ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: تین چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز پر انسان کا کوئی حق نہیں: رہنے کے لئے ایک گھر، جن اعضاء بدن کو چھپانا ضروری ہے، ان کو ڈھانپنے کے لیے کپڑا، بغیر سالن کے روٹی اور پانی۔ ۱۳؎ امام غزالیؒ فرماتے ہیں: انسان کو چاہیے کہ جب اسے غذا، لباس اور رہائش بہ قدر ضرورت حاصل ہو تو قانع رہے۔ اگر انسان زیادہ سے زیادہ مال حاصل کرنے کی حرص و طمع رکھے تو وہ قناعت کی نعمت و عزت سے محروم ہو جاتا ہے''۔ ۱۴؎ قناعت ایک مثبت اخلاقی قدر ہے۔ اس کا مقصود دوسروں کا دست نگر ہونے سے بچنا ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد کے مطابق ''اصل امیری دل کا سکون واطمینان ہے۔ ۱۵؎ عصر حاضر میں لوگوں کے پاس مال و دولت کا انبار ہونے کے باوجود انھیں سکون و اطمینان حاصل نہیں ہے۔ اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ جو حلال ذرائع سے مل جائے اس پر صبر اور قناعت کی جائے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے کہ اسی سے سکون حاصل ہو سکتا ہے۔

اسلام کی اخلاقی تعلیمات آجرین اور صارفین دونوں کو قناعت کا درس دیتی ہیں۔

انسان طبعاً لالچی اور دنیا کا حریص ہے۔ وہ مال و دولت سے کبھی سیر نہیں ہوتا، جب کہ مومن کی زندگی سادہ اور قناعت پسند ہوتی ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خود بھی قناعت کے ساتھ زندگی بسر فرمائی اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دی۔ اسلامی تعلیمات واضح کرتی ہیں کہ دنیا کی زندگی عارضی اور فانی ہے۔ انسان کو اپنی ابدی زندگی کی تیاری کرنی چاہیے۔ عارضی زندگی کا تصور نفس انسانی سے مال و دولت کی حرص کو نہ صرف کم کرتا ہے، بلکہ بتدریج اسے ختم کر دیتا ہے۔ اس سے انسان کے اندر قناعت جیسی اخلاقی صفت پروان چڑھتی ہے۔

شکر الٰہی

معیشت میں شکر سے مراد یہ ہے کہ انسان کو مال و دولت حاصل کرنے کے جو ذرائع میسر آئیں ان پر قناعت کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (النحل: ۱۱۴)

جو کچھ حلال اور پاکیزہ روزی اللہ نے تمھیں دے رکھی ہے اسے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو، اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا (النحل: ۱۸)

اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو تم انھیں شمار نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ انسان کا دینی اور اخلاقی فرض ہے کہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اس کا اطاعت گزار بنے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو بے شمار نعمتیں دی ہیں، مگر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بننے کے بجائے بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ثابت ہوا ہے۔ (ابراھیم: ۳۴)

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے شکر کے جذبات پیدا کرنے کے لیے اپنی حیثیت سے کم تر کی طرف دیکھنے کی ترغیب فرمائی ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

اذا نظر أحدكم الى من فضل عليه في المال والخلق، فلينظر الى

من هو أسفل منه ممن فضل عليه۔ ۱۶؎

جب تم میں سے کوئی شخص کسی ایسے شخص کو دیکھے جسے مال اور شکل و صورت میں تم سے برتری عطا کی گئی ہے تو اسے چاہیے کہ ایسے لوگوں پر بھی نظر ڈالے جو ان معاملات میں اس سے کم تر ہیں، جن میں اسے ان پر فضیلت دی گئی ہے۔

اگر انسان میں شکر الٰہی کے جذبات پیدا ہو جائیں تو وہ بہت سی معاشی خرابیوں سے بچ سکتا ہے اور اپنی زندگی تقویٰ کے مطابق گزار سکتا ہے۔ قرآن حکیم کے بیان کے مطابق اگر کسی قوم، ملک، علاقے اور بستی کے لوگوں میں ایمان اور تقویٰ کے اوصاف جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے وسائل معیشت کے دروازے کھول دیتا ہے اور انھیں بے شمار برکتوں سے نوازتا ہے۔(الطلاق: ۲۔ ۳) اگر انسان اللہ تعالیٰ پر توکل اور یقین کر کے کمائی کے حلال ذرائع اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے اسباب معیشت میں برکت دے گا، پھر وسائل کے محدود ہونے کی شکایت باقی نہیں رہے گی۔

شادی بیاہ کی رسموں پر اسراف

شادی کے مواقع پر بھاری جہیز، اعلیٰ اقسام کے کھانے، آتش بازی، تیل مہندی، مایوں، مکلاوا، دلہن کی گھر واپسی، دولہا کے گھر دوبارہ آمد اور دیگر کئی غیر شرعی ہندوانہ رسمیں عوام کی بھاری اکثریت کا مسئلہ بن چکی ہیں۔ متوسط اور سفید پوش طبقے سے لڑکے والوں کی طرف سے بھاری مطالبات، رسم و رواج، لڑکی والوں پر معاشرتی و تہذیبی لحاظ سے ناجائز دباؤ اور غیر شرعی اخراجات نے نکاح جیسے دینی فریضہ کو مشکل بنا دیا ہے۔ شادیاں اور جہیز فخر اور نمود و نمائش کا ذریعہ بن چکی ہیں۔ جہیز میں لڑکی کو ضروریات زندگی دینے کے بجائے مہنگے سے مہنگا فرنیچر، قیمتی برتن، ملبوسات کے ڈھیر، الیکٹرونکس کا سامان اور کار، یہاں تک کہ گھر بھی دیا جاتا ہے۔ جہیز دینے کے لیے لوگ قرض لیتے ہیں، جائیداد رہن رکھتے ہیں، پھر عمر بھر قرض کی ادائیگی کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں۔

ان رسموں کے معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ غریب اور

متوسط طبقہ کی زندگی مشکل کا شکار ہو کر رہ گئی ہے، کیوں کہ متوسط طبقہ برادری میں ناک اونچی رکھنے کے لیے ہر فضول رسم پر پیسہ اڑانے سے دریغ نہیں کرتا۔ نتیجتاً مفلس اور قلاش ہو جاتا ہے۔ شیخ وھبۃ الزحیلیؒ لکھتے ہیں کہ "اپنی طاقت سے بڑھ کر خرچ کرنا انسان کو ملامت، شرمندگی اور تنگ دستی میں ڈال دیتا ہے"۔ ۱۷؎

شادی بیاہ کی تقریبات کا ایک مقصد نمود و نمائش ہو گیا ہے، مثلاً جہیز کو شادی کے موقع پر فخر و مباہات کے جذبے سے دکھایا جاتا ہے۔ مہندی کی رسم اور دیگر رسوم پر کھانے کا رواج عام ہو رہا ہے۔ لوگ مختلف طریقوں سے جس قدر بھی روپیہ پیسہ کماتے ہیں، ایسے مواقع کے لیے جمع رکھتے ہیں، پھر ان رسوم پر پانی کی طرح بہا دیتے ہیں۔ دوسری طرف معاشرہ میں غریب طبقہ ہے، جو بیٹی کی شادی کی استطاعت نہیں رکھتا۔ اس میں ان مسرفانہ رسموں کو دیکھ کر احساس محرومی پروان چڑھتا ہے۔ شادی کی مسرفانہ رسموں میں دو اہم ہیں: ایک جہیز دوسرا ولیمہ۔ ذیل میں ان کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

جہیز

جہیز ایک ایسی معاشرتی رسم کی شکل اختیار کر چکا ہے کہ اس کے بغیر شادی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ حتیٰ کہ خود لڑکی والے بھی یہی سمجھتے ہیں کہ اگر بیٹی کی شادی تک جہیز کا سامان تیار نہ ہوا تو ہم اس کو رخصت نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ اس کی پیدائش کے ساتھ ہی والدین کو جہیز کی فکر ستانے لگتی ہے اور وہ اپنے پیٹ کاٹ کر اس کے جہیز کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ اگر ہم اسوۂ حسنہ دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی بیٹی کو بہ ظاہر جہیز کے نام پر جو چند چیزیں دیں وہ حضرت علیؓ کی رقم سے ہی خرید کر دی تھیں۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ کو ایک سفید اونی چادر، ایک مشکیزہ اور ایک چمڑے کا تکیہ، جس میں اِذخر گھاس بھری ہوئی تھی، بہ طور جہیز دیا تھا۔ ۱۸؎ بعض روایات سے ثابت ہے کہ حضرت علیؓ کی زرہ کو بیچ کر اس کی قیمت سے سامان جہیز تیار کیا گیا

تھا۱۹؎ اسلام میں نکاح سنت ہے۔غیر ضروری رسم و رواج اور جہیز کی وجہ سے اس میں تاخیر جائز نہیں۔اس رسم کے خاتمے کے لیے لڑکی والوں کی بہ نسبت لڑکے والوں کو زیادہ کوشش کرنی چاہیے، تاکہ معاشرہ اس جاہلانہ رسم سے پاک ہو سکے۔

دعوتِ ولیمہ

خوشی کے موقع پر دوستوں اور اقرباء کو کھانا کھلانا نہ صرف ہماری ثقافت کا حصہ ہے، بلکہ دینی لحاظ سے بھی اس کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے شادی کے موقع پر ولیمہ کرنے کی خصوصی تاکید فرمائی ہے اور یہ آپ کے اسوہ سے بھی ثابت ہے۔آپؐ خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن ٹھہرے۔اس دوران حضرت صفیہ بنت حیؓ کی رخصتی ہوئی۔آپؐ نے اس موقع پر صحابہ کو ولیمہ کی دعوت دی، جس میں گوشت اور روٹی نہیں تھی۔آپؐ نے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا اور اس پر کھجور، پنیر اور گھی رکھ دیا گیا۔بس یہی آپؐ کا ولیمہ تھا۔۲۰؎

اگرچہ نکاح کے موقع پر ولیمہ سنت ہے، لیکن یہ بھی واضح رہے کہ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ولیمہ اپنی حیثیت کے مطابق کرتے تھے، آپؐ نے اپنی بعض ازواج مطہرات کا ولیمہ دو مد جو سے کیا۔۲۱؎ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس تقریب کے لیے غیر ضروری اسراف کی ضرورت نہیں، بلکہ سادگی سے ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق ولیمہ کرسکتا ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خوش حالی کے ایام میں بہ طور ولیمہ صحابہؓ کی کھانے سے بھی خاطر فرمائی۔آپؐ کی ازواج مطہرات میں حضرت زینبؓ بن جحش کے ولیمہ سے بہتر کوئی ولیمہ نہیں ہوا، جس میں بکری ذبح کی گئی تھی۔۲۲؎ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے نکاح میں برکت عطا فرمائے، ولیمہ کرو، چاہے ایک بکری ہی ذبح کرو۔۲۳؎ دعوت ولیمہ کی تقریب میں غرباء کو شامل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، تاکہ امراء کی تقریبات محض معاشرتی وقار کی علامت بن کر نہ رہ جائیں۔حدیث نبویؐ کی رُو سے برا ولیمہ وہ ہے جس میں مساکین کو شریک نہ کیا گیا ہو۔۲۴؎

بخل

بخل سے مراد یہ ہے کہ انسان بنیادی ضروریاتِ زندگی ، اعزا و اقارب، اہل و عیال اور محتاجوں پر پیسہ خرچ نہ کرے ۔ ابن زیدؒ فرماتے ہیں: ’’بخل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق انسان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ نہ کرے‘‘ ۔ ۲۵؎ ایجی شیرازی شافعی کے نزدیک بخیل وہ شخص ہے جو ان جگہوں پر خرچ کرنے سے اجتناب کرے، جن میں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے، مثلاً حقوق والدین اور اقربا پروری ۔ ۲۶؎ بخیل خود بھی خرچ کرنے سے ہاتھ روکتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتا ہے ۔ امام غزالیؒ بیان کرتے ہیں کہ بخیل شخص ضرورت کے باوجود مال خرچ نہیں کرتا ۔ اگر وہ بیمار ہو جائے تو دوا دارو نہیں کرتا یا کچھ کھانے کی خواہش ہو تو خود خرید کر کھانے کی بجائے مفت کھانے کو ترجیح دیتا ہے ۔ ایسا شخص باوجود حاجت کے اپنے ساتھ بخل کرتا ہے ۔ بخیل وہ شخص بھی ہے جو گھر والوں کو ماہانہ خرچ مہیا کرتا ہے ۔ اس کا بخل انھیں کچھ زیادہ دینا گوارا نہیں کرتا ۔ اسی طرح اگر کھانا کھاتے ہوئے کوئی اور شخص آ جائے تو وہ آنے والے شخص کو کھانے میں شریک نہ کرنے کی غرض سے کھانا چھپا دیتا ہے ۔ ۲۷؎ بخیل شخص اپنی ذات اور اپنی بنیادی ضرورتوں پر خرچ کرنے سے پہلو تہی کرتا ہے ۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ مفت کی روٹیاں توڑے اور دوسرے کے کھانے میں بن بلائے شریک ہو جائے ۔ وہ اپنی اولاد، رشتہ داروں، ضرورت مندوں، یتیموں اور بیواؤں پر خرچ کرنے سے اجتناب کرتا ہے ۔ غریبوں اور مسکینوں کی مدد نہیں کرتا ۔ اگر کر دے تو وقتاً فوقتاً ان پر احسان جتلاتا ہے ۔

بخل کی وجہ سے دولت چند لوگوں کے ہاتھوں میں مرتکز ہو کر رہ جاتی ہے ۔ زندگی کو قائم رکھنے کے لیے گردش خون ضروری ہے ۔ اگر خون صرف دل میں مرتکز ہو کر رہ جائے تو انسان کی موت واقع ہو سکتی ہے ۔ اسی طرح دولت کی گردش سے معیشت ترقی کی طرف گام زن ہوتی ہے ۔ اگر دولت کو دبا کر رکھ دیا جائے تو معیشت کو تنزلی کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔

بخیل شخص ہر معاملہ میں روپے پیسے بچانے کی فکر میں رہتا ہے۔مال جمع کرنے کی فکراس کو اللہ کے ذکراوراس کے جلال سے غافل کردیتی ہے۔ایسا شخص دوسروں کے دکھ درد میں شریک نہیں ہوتا۔ وہ ان کے مصائب اور پریشانیوں کو محسوس نہیں کرتا۔بخل سے انسان کے اندر خود غرضی،حرص ،مفاد پرستی اور لالچ جیسی بیماریاں پیدا ہونے لگتی ہیں۔جب وہ دولت کو جمع کرنا ہی اپنا مقصد زندگی بنا لیتا ہے تو مادہ پرست بن جاتا ہے۔اس کے اندر سے اخلاقی صفات بتدریج ختم ہونے لگتی ہیں۔بخیل دنیا کو ہی اپنا منتہائے مقصود بنالیتا ہے۔وہ سمجھتا ہے کہ اسے ہمیشہ اسی دنیا میں رہنا ہے، چنانچہ وہ برابر دولت جمع کرنے میں لگا رہتا ہے۔دولت کی ہوس بخیل شخص میں خودنمائی کو پروان چڑھاتی ہے۔ چنانچہ وہ اپنی دولت پر گھمنڈ کرتا ہے اور یہی چیز اس کی تباہی کا باعث بن جاتی ہے۔

بخل کی مذمت اوراس کا علاج

اگرچہ انسان طبعاً مال و دولت کا حریص ہے، تاہم ایمان اسے مذہب کی ابدی اقدار، باقی رہنے والی آخرت اور اللہ حی وقیوم کی طرف متوجہ کرتا ہے۔دنیاوی زندگی کو عارضی سمجھنے والا شخص مادہ پرست اورمفاد پرست نہیں ہوسکتا،اس کا دل خوف الٰہی سے مزین ہوتا ہے۔ مال و دولت کی حرص اور محبت کو انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے کم کیا جاسکتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (التغابن:۱۶)

اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا جائے وہی کام یاب ہے۔

وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْراً لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُواْ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(آل عمران:۱۸۰)

جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لیے بہتر خیال نہ کریں، بلکہ وہ ان کے لیے نہایت بدتر ہے۔ جو کچھ بھی وہ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں،عن قریب قیامت

والے دن وہ ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔

حدیث نبوی کی رُو سے دو خصلتیں مومن میں کبھی جمع نہیں ہوتیں: ایک بخل اور دوسری بد خلقی۔ ۲۸؎ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس شخص کو بُرا قرار دیا ہے جس سے اللہ کے نام پر کچھ مانگا جائے، پھر بھی وہ نہ دے۔ ۲۹؎ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''سخی خرچ کرنے سے خوش ہوتا ہے اور اس کا دل کشادہ ہوتا ہے۔ جب کہ بخیل شخص خرچ کرنے کے معاملے میں تنگ دل ہوتا ہے۔'' ۳۰؎

جو شخص بخل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتا اس کے لیے دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ کی وعید سنائی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ الَّذِىْ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهُ (الھمزۃ: ۱-۲)

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹو لنے والا، غیبت کرنے والا ہو۔ جو مال کو جمع کرتا جائے اور گنتا جائے۔

درحقیقت انسان کا مال اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت ہے۔ اسے اسی کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے: ''ابن آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال، مگر حقیقت میں اس نے جو مال صدقہ کر دیا، یا کھا کر ختم کر دیا اور پہن کر پرانا کر دیا، اس کے علاوہ اس کا کوئی مال نہیں؟'' ۳۱؎ اسلام میں مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں گن گن کر نہ دو، ورنہ اللہ بھی تمھیں گن کر دے گا۔ جہاں تک ہو سکے، خیرات کرو''۔ ۳۲؎ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے افضل صدقہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ''تم صدقہ دو، اس حال میں کہ تم تندرست ہو اور محتاجی کا خوف اور امیری کی امید رکھتے ہو۔ صدقہ دینے میں دیر نہ کرو، یہاں تک کہ جب موت کا وقت آجائے تو کہو: یہ فلاں کا ہے، یہ فلاں کا ہے اور وہ فلاں کا تھا۔'' ۳۳؎ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ جو شخص رضائے الٰہی کے لیے مال خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال کو سات سو گنا بڑھا دیتا ہے۔ (البقرۃ: ۲۶۱) انفاق فی سبیل اللہ آخرت میں

اجر وثواب کا ذریعہ ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے: ”اگر کسی مومن نے کسی بھوکے مومن کو کھانا کھلایا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھلوں میں سے کھلائے گا اور اگر کسی مومن نے پیاس کی حالت میں کسی مومن بھائی کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ اسے مہر بند پاکیزہ نفیس شراب پلائے گا۔ اور اگر کسی مومن نے اپنے مومن بھائی کو اس کی بے لباسی پر لباس پہنایا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے سبز لباس میں سے پہنائے گا“۔ ۳۴؎

اسلام بخل سے اجتناب کرنے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں حلال کمائی اپنی اور اہل خانہ کی ضروریات کی تکمیل، بچوں کی تربیت، رشتہ داروں کی مدد، محتاجوں کی اعانت، معاشی اور سماجی فلاح و بہبود، اشاعت دین اور جہاد کے مقاصد کے لیے خرچ کرنا انفاق فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتا ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے: ”افضل دینار، جسے آدمی خرچ کرتا ہے، وہ دینار ہے جسے وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور وہ جسے وہ اللہ کی راہ میں اپنی سواری پر خرچ کرے اور اللہ کی راہ میں اپنے اصحاب پر خرچ کرے“۔ ۳۵؎ جو مسلمان اپنے گھر والوں پر ثواب کی نیت سے کچھ خرچ کرتا ہے، وہ اُس کے لیے صدقہ ہے۔ ۳۶؎ یہاں تک کہ غیر مسلم والدین پر بھی خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ حضرت اسمائؓ بنت ابو بکرؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ دین سے بیزار (مشرکہ) ہے۔ کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کرسکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ ۳۷؎

مال و دولت خرچ کرنے کے معاملے میں ذاتی زندگی کو محور نہ بنایا جائے، بلکہ رشتہ داروں، دوست احباب، ہمسایوں، مسافروں، مہمانوں، محتاجوں، یتیموں، بیواؤں، مقروضوں اور خدمت گزاروں کے ساتھ احسان و تعاون کا معاملہ کرنا چاہیے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ”جو شخص رشتہ داروں پر صدقہ کرتا ہے اس کو دوہرا اجر ملتا ہے: ایک صدقہ کا اجر اور دوسرا رشتہ داری کا۔“ ۳۸؎ معاشرے میں بیوہ اور مساکین کی دیکھ بھال کرنے اور ان کی مالی اعانت کرنے والے کے لیے بھی بہت اجر وثواب ہے۔ اللہ کے

رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ''بیوہ اور مسکین کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا اس مجاہد کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے''۔۳۹؎ حاجت مندوں کی حاجت پوری کرنا اخلاقی و دینی فریضہ ہے۔معاشرہ میں نادار اور ضرورت مندلوگوں کا خیال رکھنے سے معاشرہ جنت نظیر بن سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ غنی (بے نیاز) ہے۔ہم خرچ کریں یا نہ کریں، اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔وہ خالق ہے، زمین وآسمان کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔انفاق فی سبیل اللہ سے انسان اپنے نفس کو مادی آلائشوں سے پاک کرتا ہے اور آخرت میں اجروثواب کا بھی مستحق ٹھہرتا ہے، جب کہ ناداروں کی مدد نہ کرنے کی صورت میں انسان خسارے کا سودا کرتا ہے، جس کی وجہ سے قیامت کے دن اس کے ہاتھ خالی ہوں گے۔

خرچ میں اعتدل

اسلام ایک طرف انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیتا ہے تو دوسری طرف بخل اور اسراف سے روکتا ہے اور خرچ میں اعتدال کی راہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔علامہ زبیدیؒ کے نزدیک اعتدال سے مراد افراط وتفریط کا درمیانی راستہ ہے۔۴۰؎ اعتدال سے مراد یہ ہے کہ جہاں مال روک کر رکھنا ضروری ہو وہاں روکا جائے اور جہاں خرچ کرنا ضروری ہو وہاں خرچ کیا جائے۔ضرورت کی جگہ پر خرچ نہ کرنا بخل ہے اور جہاں ضرورت نہ ہو وہاں خرچ کرنا اسراف ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہی:

وَ لاَ تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُولَۃً اِلَی عُنُقِکَ وَ لاَ تَبْسُطْھَا کُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوماً مَّحْسُوراً۔(بنی اسرائیل:۲۹)

اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے کہ پھر ملامت کیا ہوا درماندہ بیٹھ جائے۔

شیخ وھبۃ الزحیلی انفاق میں اعتدال کے بارے میں بیان کرتے ہیں: ''آدمی خرچ کرنے میں اعتدال کی روش اختیار کرے، نہ اپنے ہاتھ گردن سے باندھ دے۔یعنی خرچ کرنے سے رک جائے، اپنی ذات، اہل وعیال، رشتہ داروں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل سے کام لے اور نہ اپنی طاقت سے زیادہ خرچ کرے کہ انجام

کار ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے۔'' ۴۲؎ خرچ میں اعتدال کی روش اختیار کرنے والا معاشی پریشانی کا شکار نہیں ہوتا۔ہماری اکثر پریشانیاں اخراجات میں بےاعتدالی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے مومنین کی صفت 'خرچ میں اعتدال' بیان فرمائی ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا۔ (الفرقان: ٦٧)

اور وہ لوگ جو خرچ کرتے وقت نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل، بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل راہ اختیار کرتے ہیں۔

اسلام خرچ کرنے میں اعتدال کی راہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔مالی وسائل اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ان کے بارے میں صحیح رویہ اعتدال ہی ہے۔انسان کو چاہیے کہ کفایت شعاری سے جائز ضرورتیں پوری کرے اور جو کچھ بچ جائے اس کو حق دار کی امانت سمجھے اور اس امانت کو نہایت احتیاط سے ادا کردے۔

اسلام نے طرز زندگی میں بھی اعتدال ملحوظ رکھنے کا کا حکم دیا ہے۔چنانچہ رہائش گاہوں میں سادگی اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور غیر ضروری آرائش و زیبائش سے سے روکا گیا ہے۔اسی طرح سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع کیا گیا ہے۔ ۴۳؎ اسی طرح سادہ لباس پہننے کی تلقین کی گئی ہے۔لباس کا اصل مقصد ستر پوشی ہے۔لباس باپردہ، حیثیت کے مطابق اور فخر وتکبر کے جذبے سے پاک ہونا چاہیے۔حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے، نیز ریشم اور دیباج کے کپڑے پہننے اور بچھانے سے بھی۔ ۴۴؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسی (قس کا بنا ہوا ریشمی کپڑا) اور شوخ زعفرانی رنگ کے کپڑے پہننے اور سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے۔ ۴۵؎

اسلام نے فضول خرچی سے منع کیا ہے، لیکن ضروریات زندگی اور اچھے رہن سہن پر خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ابوالاحوص نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: 'میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گھٹیا کپڑے پہنے ہوئے حاضر ہوا۔آپؐ نے دریافت کیا: کیا تمھارے پاس دولت ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔آپؐ نے

پوچھا کس قسم کی؟ میں نے کہا: اللہ نے مجھے اونٹ، بکریاں، گھوڑے اور غلام عطا کیے ہیں۔ فرمایا: جب اللہ تمھیں کوئی نعمت عطا فرمائے تو چاہیے کہ تمھاری ذات پر اس کے فضل و کرم کا اثر دیکھا جا سکے۔[۴۶]

درج بالا تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام فضول خرچی اور بخل سے بچتے ہوئے اعتدال کے ساتھ زندگی گزارنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اسی میں ایک مومن کی دنیاوی و اُخروی فلاح پوشیدہ ہے۔

حواشی و مراجع

۱۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، ابو الفضل، جمال الدین، افریقی (م ۷۱۱ھ)، لسان العرب، بیروت (لبنان): دار الفکر، ط۔ن، ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۲ئ، ج۹، ص ۱۴۸

۲۔ لسان العرب، ج ۴، ص ۵۰؛ تاج العروس، ج۶، ص ۶۷

۳۔ مودودی، سید، ابو الاعلیٰ، تفہیم القران، لاہور: ادارہ ترجمان القران، ۲۰۰۵ئ، ج ۲، ص ۶۱۱

۴۔ بخاری، کتاب اللباس، باب قول اللہ تعالی: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيٓ أَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ [الاعراف: ۳۲]

۵۔ سید قطب، فی ظلال القران، بیروت (لبنان): دار الشروق، ۱۹۷۴ئ، طبع اول، ج۱، ص ۱۵۵

۶۔ مسلم، کتاب المساقاۃ، باب اخذ الحلال وترک الشبھات، ۴۰۹۴

۷۔ قرطبی، الجامع لأحکام القران المسمّٰی تفسیر القرطبی، القاہرۃ (مصر): دار الحدیث، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ئ، ج ۳/ جز ۶، ص ۶۲۴۔ ۶۲۵

۸۔ نسائی، کتاب الأشربۃ، باب ذکر الآثام المتولدۃ عن شرب الخمر۔۔۔، ۵۶۷۰

۹۔ بخاری، کتاب الحدود، باب الضّرب بالجرید والنعال، ۶۷۷۹

۱۰۔ طّبری، تاریخ ال أمم والملوک المعروف بہ تاریخ طبری، مطبعۃ الاستقامۃ، بیروت (لبنان): دار الکتب العلمیۃ،، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ئ، طبع اول، ج ۲، ص ۵۰۷

۱۱۔ مسلم، کتاب الاشربۃ، باب بیان أنّ کل مسکر خمر، ۵۲۱۱

۱۲۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی الکفاف والقناعۃ، ۲۴۲۷

۱۳۔ الترمذی، الجامع، ابواب الزھد، باب منہ الخصال التی لابن آدم فی سواھا، ۲۳۴۱

۱۴۔ الغزالی، احیاء علوم الدین، بیروت (لبنان): دارالمعرفۃ، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ئ، طبع اول، ج ۱، ص ۱۰۹۳

۱۵۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل القناعۃ والحث علیھا، ۲۴۲۰، الترمذی، الجامع، ابواب الزھد، باب ما جاء ان الغنی غنی النفس، ۲۳۷۳

۱۶۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب لینظر إلی من ھو اسفل منہ، ۶۴۹۰

۱۷۔ شیخ وھبۃ الزحیلی، التفسیر الوسیط، بیروت (لبنان): دارالفکر المعاصر، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ئ، طبع اول، ج ۲، ص ۱۳۴۳

۱۸۔ نسائی، کتاب النکاح، باب جھاز الرجل ابنتہ، ۳۳۸۶؛ ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ضجاع آل محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم، ۴۱۵۲

۱۹۔ ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی الرّجل یدخل بامرأتہ قبل أن ینقد ھاشیئًا، ۲۱۲۶

۲۰۔ بخاری، کتاب النکاح، باب البناء فی السفر، ۵۱۵۹

۲۱۔ بخاری، کتاب النکاح، باب من أولم باقل من شاۃٍ، ۵۱۷۲

۲۲۔ مسلم، کتاب النکاح، باب زواج زینب بنت جحش

۲۳۔ ترمذی، أبواب النکاح، باب ما جاء فی الولیمۃ، ۱۰۹۴؛ ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الولیمۃ، ۱۹۰۷

۲۴۔ بخاری، کتاب النکاح، باب من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ، ۵۱۷۷، مسلم، کتاب النکاح، باب الأمر باجابۃ الداعی الی الدعوۃ، ۳۵۲۱،

۲۵۔ طبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، مصر: دارالمعارف، ط۔ن، س۔ن۔، ج ۸، ص ۳۵۲

۲۶۔ إیجی، شیرازی (م ۹۰۵ھ)، جامع البیان فی تفسیر القرآن، دارالکتب العلمیۃ، بیروت (لبنان)، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۴ئ، طبع اول، ج ۱، ص ۳۵۵

۲۷۔ احیاء علوم الدین، ج ۱، ص ۱۱۱۳

۲۸۔ ترمذی، أبواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی البخل، ۱۹۶۲

۲۹۔ ترمذی، أبواب الزھد، باب ما جاء فی: قلب الشّیخ شابّ علی حبّ اثنتین، ۲۳۳۸

۳۰۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب مثل المنفق والبخیل، ۲۳۶۱، ۲۳۵۹، ۲۳۶۰؛ بخاری، کتاب

الزکاۃ، باب مثل البخیل والمتصدق، ۱۴۴۳؛ نسائی، کتاب الزکاۃ باب صدقۃ البخیل، ۲۵۴۸، ۲۵۴۹

۳۱۔ ترمذی، أبواب الزھد، باب منہ حدیث، (یقول ابن آدم: مالی مالی ــــــ)، ۲۳۴۲

۳۲۔ بخاری، کتاب الزکاۃ، باب: الصّدقۃ فیما استطاع، ۱۴۳۴

۳۳۔ بخاری، کتاب الزکاۃ، باب فضل صدقۃ الشّحیح الصّحیح، ۱۴۱۹؛ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب بیان أن افضل الصدقۃ صدقۃ الصحیح الشحیح، ۲۳۸۲

۳۴۔ ترمذی، أبواب الزھد، باب فی ثواب الاطعام والسقی والکسو، ۲۴۴۹

۳۵۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوک، ۲۳۱۰

۳۶۔ بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النّفقۃ علی الأھل، ۵۳۵۱؛ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقہ والصدقۃ علی الاقربین، ۲۳۲۲

۳۷۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین، ۲۳۲۵

۳۸۔ ابن ماجہ، ابواب الزکاۃ، باب الصدقۃ علی ذی قرابۃ، ۱۸۳۴، النسائی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ علی الأقارب، ۲۵۸۴

۳۹۔ بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النّفقۃ علی الأھل، ۵۳۵۳؛ نسائی، کتاب الزکاۃ، باب فضل السّاعی علی الأرملۃ، ۲۵۷۸

۴۰۔ تاج العروس، ج ۱۵، ص ۱۷۴

۴۱۔ احیاء علوم الدین، ج ۱، ص ۱۱۱۶

۴۲۔ التفسیر الوسیط، ج ۲، ص ۱۳۴۳

۴۳۔ مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال أوانی الذّھب والفضّۃ، ۵۳۸۵

۴۴۔ بخاری، کتاب اللباس، باب افتراش الحریر، ۵۸۳۷؛ مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم استعمال آناء الذّھب والفضّۃ، ۵۳۹۴

۴۵۔ مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال اناء الذھب والفضۃ، ۵۳۸۸؛ ابو داؤد، کتاب اللباس، باب من کرھہ، ۴۰۴۴

۴۶۔ ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی الخلقان وفی غسل الثّوب، ۴۰۶۳

سیر وسوانح

ولیدالاعظمی ۔عالم عرب کا اسلام پسند شاعر

جناب ابوسعد اعظمی

تحریک اخوان المسلمون کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے اپنے ارکان کی ذہنی وروحانی تربیت کے ساتھ بامقصد،تعمیری اور مثبت ادب کی تشکیل میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ امت مسلمہ کے مسائل، ان کا فکری جمود، اصلاح معاشرہ اور ان جیسے بے شمار موضوعات پر اخوان نے قرآن وحدیث کی روشنی میں گراں قدر لٹریچر تیار کیا اور شعر وادب کو انسانی اقدار کا پابند بنانے کی عمدہ کوشش کی ہے۔ سید قطب شہیدؒ (۱۹۰۶ـ۱۹۶۶) سے لے کر جابر قمیحہ (۱۹۳۴ـ ۲۰۱۲ئ) تک اخوانی ادباء وشعراء کی ایسی طویل فہرست ہے جنہوں نے ادب کو انسانی اور اسلامی بنانے کی اہم خدمات انجام دی ہیں۔ ولیدالاعظمی (۱۹۳۰ــ۲۰۰۴ئ) بھی اسی کہکشاں کا ایک روشن اور تابندہ ستارہ ہے۔

ولید الاعظمی عراق میں اخوان المسلمون کے اہم اور سرگرم رکن تھے ۔ان کی ابتدائی تعلیم وتربیت اور پرورش وپرداخت سے متعلق بہت زیادہ تفصیلات دست یاب نہیں ہیں۔ 'معجم الادباء الاسلامیین المعاصرین' کے مصنف احمد الجدع نے اسلامی شاعر کی حیثیت سے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے شائع شدہ متعدد دواوین کی طرف اشارہ کیا ہے ،لیکن ان کی نشو ونما اور ابتدائی زندگی کے سلسلے میں وہ مکمل طور پر خاموش ہیں۔ مصادر میں انہوں نے 'شعراء الدعوۃ الاسلامیۃ' (جلد نمبر ۵) کا حوالہ دیا ہے [۱] لیکن افسوس کہ وہاں تک رسائی ممکن نہ ہوسکی۔ دیوان کی ابتدا میں ولید الاعظمی کی خود

نوشت سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والد کا نام عبدالکریم تھا۔ انہوں نے چھ سال کی عمر میں اپنے گھر سے قریب واقع 'مدرسہ اعظمیہ' میں داخلہ لیا اور ملا عمید الکردی سے حفظِ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ ۱۹۴۳ء میں ابتدائی تعلیم مکمل کی۔ خطاطی سے آپ کو کافی لگاؤ تھا۔ اس فن میں آپ نے کافی مہارت حاصل کی اور خطاط کے نام سے شہرت پائی۔ بغداد اور عراق کے بعض دیگر شہروں کی مساجد کی عمارتیں اور گنبد و محراب آپ کی خطاطی سے آراستہ ہیں۔ آپ کا تعلق انتہائی دین دار گھرانے سے تھا۔ والدین بہت نیک تھے، جس کی وجہ سے آپ کے اندر بچپن ہی سے دینی شعور پروان چڑھتا رہا۔ وہ شروع سے ہی نماز باجماعت کے پابند رہے۔ عہد شباب کو پہنچے تو مفتی بغداد شیخ قاسم القیسی کے درس میں شرکت کو اپنا معمول بنا لیا۔ شیخ قاسم القیسی ان دنوں اعظمیہ میں واقع مسجد بشر الحنفی میں دینی مدارس کے طلبہ کو درس دیا کرتے تھے۔ اسی طرح ڈاکٹر تقی الدین الھلالی مسجد خطاب میں دوشنبہ اور جمعرات کے دن درس دیا کرتے تھے۔ اس میں بھی وہ پابندی سے شریک ہوتے رہے۔ اس سے ان کو کافی فائدہ پہنچا اور ان کے اندر مطالعۂ قرآن وحدیث کا ذوق اور سیرت نبوی سے شغف پیدا ہوا۔ ۱۹۵۶ء میں وہ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کثرت اولاد سے نوازا تھا، ان کے کل چار بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ ۲؎

مقدمۂ دیوان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بہت کم عمری میں عامی زبان میں شاعری کا آغاز کر دیا تھا۔ پھر پندرہ (۱۵) سال کی عمر میں باقاعدہ شعر کہنے لگے تھے۔ ان کے ماموں ولود احمد الصالح اور اخوانی رکن محمود یوسف ان کی شاعری میں اصلاح کر دیا کرتے تھے۔ ولید الاعظمی کی قدیم و جدید عربی شاعری پر اچھی نظر تھی اور اشعار کا اچھا خاصا ذخیرہ انہیں زبانی یاد تھا۔ حافظہ کو پروان چڑھانے کے لیے اکثر وہ اپنے دوستوں کے ساتھ بیت بازی بھی کیا کرتے تھے ۳؎۔ ان کی نظمیں عراق کے علاوہ بیروت، کویت اور مصر وغیرہ کے مختلف علمی رسائل وجرائد میں شائع ہوئیں۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ترجمان مجلۃ 'البعث الاسلامی' میں بھی ان کی متعدد نظمیں شائع ہوئی ہیں ۴؎۔

اخوان میں شمولیت اور شیخ محمد محمود الصواف سے ان کی قربت نے ان کی دینی فکر کو جلا بخشنے اور قومیت و وطنیت کے تنگ حصار سے نکل کر عالم اسلام کے مسائل کو شاعری کا موضوع بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ شیخ محمد الصواف عراق میں اخوان کے سرگرم رکن تھے۔ ۱۹۵۰ء میں انہوں نے وہاں 'جمعیۃ الاخوۃ الاسلامیۃ' کے نام سے ایک یونٹ قائم کی۔ بغداد کی جامع ازبک میں ہر جمعرات کو اس کا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوتا تھا، جس میں شیخ الصواف کی تقریر ہوتی تھی۔ ولیدالاعظمی اس میں پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ شیخ الصواف نے ان کے اندر چھپے شاعر کو بھانپ لیا اور ان کے ساتھ خصوصی شفقت کا معاملہ کرنے لگے۔ وہ انہیں شعر کہنے اور عالم اسلام کے مسائل کو شعری قالب میں ڈھالنے پر آمادہ کرتے۔ عراق کے مختلف شہروں میں جہاں ان کا دورہ ہوتا، وہ ولیدالاعظمی کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے، جہاں وہ دینی جلسوں میں اسلامی شاعری کے نمونے پیش کرتے۔ خود ولید الاعظمی نے بھی شیخ الصواف کا بڑی ہی محبت وعقیدت سے تذکرہ کیا ہے اور اپنی شاعری کو انہی کی کوششوں کا فیض اور ثمرہ قرار دیا ہے ۵ے۔ چوں کہ ولید الاعظمی کے ابتدائی اشعار ایک مومن کے اندرونِ قلب کی حقیقی آواز ہیں اور معاصر اسلامی تحریکات کے جلو میں دعوتِ اسلام کا عظیم الشان فریضہ انجام دینے والے مخلص افراد سے ان کی محبت کے غماز بھی، اس لیے ان کی شہرت کا دائرہ پھیلتا چلا گیا اور ان کے اشعار و قصائد نے عالم عربی کے نوجوانوں کے دل کی دھڑکن اور روح کے نغمے کی شکل اختیار کرلی۔ نعمان عبدالرزاق السامرائی نے نوجوانوں میں ان کی شہرت ومقبولیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''میں ایسے بہت سے مقامات کا گواہ ہوں جہاں ولیدالاعظمی کے نام کا اعلان ہوتے ہی لوگوں کے چہرے فرحت وانبساط سے کھل اٹھتے تھے۔ جب وہ شعر پڑھنے لگتے تھے تو نوجوانوں کے اندرون سے جذبات کا سیلاب امڈ پڑتا تھا اور وہ پروانہ وار میدان کارزار میں کود پڑتے تھے'' ۶ے

میرے پیش نظر ولید الاعظمی کا جو دیوان ہے وہ 'دیوان ولید الاعظمی: الأعمال الشعریۃ الکاملۃ' کے نام سے دارالقلم دمشق سے ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا ہے۔اس میں دیوان الشعاع ، دیوان الزوابع ،أغانی المعرکۃ،نفحات قلب اورقصائد وبنود کے نام سے کل پانچ دیوان شامل ہیں ۔یہ ۴۷۶ صفحات پر مشتمل ہے اور عبداللہ الطناوی نے اس کی ترتیب وتدوین کا کام انجام دیا ہے۔ابتدا میں مستشار عبداللہ العقیل کا مقدمہ ہے اور خود ولید الاعظمی کے قلم سے ان کی زندگی کا اشارۃً تذکرہ ہے۔ ہر دیوان کی ابتدامیں مختلف شخصیات کے قلم سے مقدمہ تحریر کیا گیا ہے، جو بالترتیب علامہ یوسف القرضاوی ،نعمان عبدالرزاق السامرائی، پروفیسر وکیل نور الدین الواعظ اورڈاکٹرمحسن عبدالحمید کاتحریر کردہ ہے۔

ولید الاعظمی کی شاعری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت اس وقت امت مسلمہ کے حالات کاحقیقی آئینہ ہے۔ان کی شاعری پرتبصرہ کرتے ہوئے ان کےدوست المستشارعبداللہ العقیل نےبالکل صحیح لکھاہے:

> ’’اس مجموعہ میں شامل ان کا ہر دیوان اسلامی شاعری کا عمدہ نمونہ ہے، جونفس میں جوش وولولہ،عزم میں قوت وثبات،فکر وخیال میں بلندی اور عمل پیہم وسعی مسلسل کا داعی ہے۔ان کی شاعری قومیت کے حصار میں قیدنہیں ہے، بلکہ فلسطین،قبرص،فلپائن،چیچینیا،الجزائر،زنجبار،انڈونیشیا اور عالم اسلام کے دوسرے ممالک ،جواستعمار کی چکی میں پس رہے ہیں،ان کے مصائب وآلام کی حقیقی ترجمان ہےاوراستعمار کے خلاف علم جہاد بلند کیے ہوئے ہے‘‘ ۷۔

وہ قومیت سے بہت اوپر اٹھ کر اسلام اورانسانیت کے نقطۂ نظر سے دنیا کو دیکھنے کے عادی ہیں۔انہوں نے عالم اسلام کے مسائل کا بہت دقت اور باریک بینی سے مطالعہ کیاہےاوراس کے درد کوبہت قریب سے محسوس کیاہے۔دوسری جنگ عظیم کے بعدمسلمان جن حالات سے دوچار ہوئے ،قید وبند اورظلم وستم کی جن صبر آزما

مشکلات سے دو چار ہوئے ،جس طرح انہیں خوش نما وعدوں کے فریب میں الجھایا گیا، تحفظ انسانیت کے نام پر ان کا بے دریغ قتل کیا گیا، ان کے معصوم بچوں سے زندگی کا حق چھینا گیا، مصر، عراق، تونس، شام اور جزائر میں بے شمار انسانوں کا قتل عام ہوا، مغربی تہذیب کی یلغار نے ان سے ان کی اپنی تہذیب اور شناخت سلب کر لی، فلسطین اور مسجد اقصی پر یہودیوں کا تسلط اور قبضہ ہو گیا، ان حالات کو دیکھ کر ولید الاعظمی پر حزن وملال کی جو کیفیت طاری ہوتی اس نے الفاظ کا پیکر اختیار کرلیا اور درد دل شاعری کی زبان بن کر صفحۂ قرطاس پر بکھرتا چلا گیا۔

علامہ یوسف القرضاوی نے ولید الاعظمی کی شاعری کی تعریف کرتے ہوئے اپنی پسندیدگی کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے :

> ’’ایک ایسے وقت میں جب باطل کی شبِ تاریک ساری دنیا پر اپنا تسلط جمالینا چاہتی ہے، ایک ایسی شمع فروزاں کی سخت ضرورت ہے جو مشعلِ راہ کا کام دے سکے۔ولید الاعظمی کی شاعری نے اس قندیلِ رہبانی کا بہ خوبی حق ادا کیا ہے اور امید کی ایک کرن روشن کی ہے۔ وہ شاعر الشعب (عوامی شاعر) ہیں۔ وہ صحیح معنوں میں عوام کے ترجمان ہیں۔ ان کی خوشی وغم کو اپنا غم سمجھتے ہیں۔ ان پر ظلم وزیادتی اور ان کے حقوق کی پامالی انہیں بے چین کر دیتی ہے۔ ان کے یہاں شعب کا تصور محدود نہیں ہے، بلکہ عرب وعجم، سیاہ وسپید اور سارے مسلمان ان کے تصور شعب میں شامل ہیں‘‘۔ ۸؎

ولید الاعظمی ان شعراء میں سے ہیں جن کے یہاں شعر وشاعری شہرت و بقا سے زیادہ ادائے حق کا ایک اہم وسیلہ ہے۔ نوجوانوں کے جذبات کو مہمیز کرنا اور ان میں اسلام کے بارے میں ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا کرنا ہی ان کا اصل مقصد ہے ۔خود ولید الاعظمی ان خوش قسمت نوجوانوں میں ہیں جن کی پوری زندگی اسلامی رنگ کا آئینہ دار ہوتی ہے۔ وہ کثرت سے تلاوت قرآن کے عادی تھے، اسی وجہ سے ان کی شاعری کے اسلوب میں قرآن کریم کی تاثیر صاف نظر آتی ہے ۔انہوں نے قرآن

کریم کے افکار ومعانی کو شعر کا قالب عطا کیا ہے۔

ولید الاعظمی کے اصل مخاطب امت مسلمہ کے نوجوان ہیں۔ اس لیے انہیں شاعر الشباب بھی کہا جاتا ہے۔ وہ بار بار مختلف اسالیب میں امت مسلمہ کے نوجوانوں کو مخاطب کر کے انہیں غفلت اور عیش کوشی کی زندگی سے نکل کر حقائق سے آنکھیں ملانے کی دعوت دیتے ہیں۔ مختلف اسلامی ممالک میں قتل وغارت گری کی فضا کے خلاف آواز بلند کرنے کی اپیل کرتے ہیں اور انہیں یہ باور کراتے ہیں کہ تمہاری عزت وعظمت کا راز اسلام ہے۔ تمہارا شعار اسلام ہے۔ تمہاری زندگی میں حسن ورعنائی کا سرچشمہ اسلام ہے۔ اتحاد واتفاق ہی تمہاری قوت اور اتباع رسول ہی تمہاری فوز وفلاح کا ضامن ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

یا فتية الاسلام سوّوا صفوفكم وبغير دين الله لا تتدرّعوا

صونوا كما صان الحمى اجدادكم سيروا على آثارهم وتتبعوا

وليعلم الأعداء أنا أمة بعواصف التهديد لا تتزعزع

ولتشهد الدنيا بانا أمة بسوى الزعامة في الورى لا تقنع

سنحطّم الأغلال عن أعناقنا ونصد تيار الفساد ونمنع

ونقيم صرح العدل بين ربوعنا حتى يطيب مصيفنا والمربع

لسنا نريد مناهج وضعية قرآننا السامي أعز وأرفع

فيه التحرر والتقدم والعلى والى الخلود هو الطريق المهيع

اے نوجوانانِ اسلام! اپنی صفیں سیدھی کرلو اور اللہ کے دین کی زرہ ہی کو ڈھال بناؤ۔ اپنے اجداد کی طرح حمیت وغیرت کا پاس رکھو اور انہی کے نقش پا کی اتباع کرتے رہو، تاکہ دشمنوں کو پتہ چل جائے کہ ہم ایسی قوم ہیں جنہیں خوف کی تیز وتند آندھیاں تہہ وبالا نہیں کرسکتیں اور دنیا دیکھ لے کہ ہم ایسی قوم ہیں جو قیادت سے کم کسی منصب پر قانع نہیں ہوتی۔ ہم (ظلم وتشدد کی) بیڑیاں توڑ پھینکیں گے اور فساد کے سیلاب کا

دھارا موڑ کر اسے روک دیں گے۔ہم اپنے اردگرد عدل وانصاف قائم کریں گے، تاکہ موسم گرما اور موسم بہار میں ہماری قیام گاہ خوش گوار ہوجائے۔ہم کسی خود ساختہ دستور کے طلب گار نہیں ہیں۔ہمارا عظیم الشان قرآن ہی بلند وارفع اور مہتم بالشان ہے۔اس میں آزادی،ترقی اور بلندی ہے اور وہی جاودانی کا کشادہ راستہ ہے۔۹؎

ولید اعظمی کے نزدیک نوجوان ہی اصل سرمایہ ہیں۔ وہ انہیں ناامیدی اور شکست کی دلدل سے نکال کر ان میں جوش وامنگ اور نیا عزم وحوصلہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ انہیں شعور وآگہی سے ہم کنار کرنا چاہتے ہیں، اس لیے ان کے سامنے ان کی اپنی تاریخ کا آئینہ پیش کرتے ہیں کہ ان کی تاریخ کس قدر زریں اور روشن ہے۔اس وقت امت مسلمہ کے نوجوان ہی نہیں، بلکہ خواتین بھی شاہین صفت ہوا کرتی تھیں:

سل المدائن عن سعد وجحفله　　هل شاهدت مثلهم غرا میامینا
□□ كانوا ليوثا اذا الحرب قد لمعت　　سيوفها وبها خاضوا الميادينا
كانوا صقورا اذا انقضوا لسرعتهم　　أما النساء فكانت شواهينا
سل عن ابی محجن فيهم وصولته　　ذاک الذی عند سعد کان مسجونا
لنصرة الحق قد ثارت حميته　　لا للوسام ولم يبغ النياشينا

سعد اور ان کے لشکر جرار کے بارے میں اہل مدائن سے پوچھ لو کہ کیا تم نے ان کی طرح کے روشن اور بابرکت چہروں کا مشاہدہ کیا ہے۔ جب جنگ میں تلواریں چمکتی تھیں تو وہ سب شیر ہوتے تھے اور تلواریں لے کر میدان کارزار میں گھستے چلے جاتے تھے۔جب پلٹتے تھے تو اپنی سرعت رفتار کی وجہ سے شکرہ معلوم ہوتے تھے اور عورتیں بھی شاہین معلوم ہوتی تھیں۔ان کے درمیان موجود ابو محجن اور ان کی شان وشوکت کے بارے میں پوچھ لو۔ یہ وہی ہیں جو سعدؓ کے پاس قید تھے۔حق کی نصرت کے لیے ان کی حمیت بھڑک اٹھی، جاہ ومنصب اور انعام کا

حصول مقصود نہیں تھا۱۰۱۔

ولید الاعظمی اسلاف کے زریں اور محیر العقول کارناموں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔عمر، علی، حمزۃ، خالد، خباب، عمار، یاسر، مثنی، طارق بن زیاد، سعد وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جواں مردی واستقامت، ایثار وقربانی اور فنا فی سبیل اللہ کے جو روشن نقوش ثبت کیے ہیں، اشعار میں وہ جا بجا ان کا حوالہ دیتے ہیں:

كن رابط الجاش وأرفع رأية الأمل　　وسر الى الله فى جد بلا هزل
وان شعرت بنقص فيک تعرفه　　فغذ روحک بالقرآن واكتمل
نحن الشباب ودين الله عمدته　　على الشبيبة عند الحادث الجلل
فان سعدًا وعمارًا وعكرمه　　وحمزة وأمير المومنين على
وخالد وزبيرا وابن حارثة　　كانوا شبابا وهم أرسى من الجبل

اولوالعزم بنو، امید کا علم بلند رکھو اور تب وتاب کے ساتھ اللہ کی راہ میں بڑھتے رہو۔ اگر تمہیں اپنے اندر کسی نقص کا احساس اور اندازہ ہو تو اپنی روح کو قرآن کریم کی غذا بہم پہنچاؤ اور کامل بن جاؤ۔ ہم نوجوان ہیں اور اللہ کا دین ہی سنگین حادثات کی صورت میں نوجوان کا سہارا ہے۔ جان لو کہ سعد، عمار، عکرمہ، حمزہ، امیر المومنین علی، خالد، زبیر اور ابن حارثہ سب کے سب نوجوان تھے اور ان میں پہاڑ سے زیادہ استقامت تھی۔۱۱۱

بحیثیت نوجوان ان پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کا احساس دلاتے ہوئے کہتے ہیں:

بما ذا نجيب الله ان نحن لم نكن　　نصون ربوع القدس من شر عصبة
اما آن ان نحيا كراما اعزة　　ونحن بنو القوم الكرام الأعزة
تلاميذ عمار واحفاد خالد　　وابناء سلمان وجند قتيبة
جنود مغاوير اسود اشاوس　　اذا ما رحى الايام بالحرب دارت
وانا لشبان نذوب حماسة　　باروا احنا نار الحماسة شبت

اگر ہم قدس کی آبادی کی اس بدترین گروہ سے حفاظت نہ کر سکے تو ہم

اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟ کیا ہمارے لیے سرخرو ہو کر جینے کا وقت ابھی نہیں آیا، حالاں کہ ہم شریف اور معزز قوم کے فرزند ہیں؟ ہم عمار کے شاگرد، خالد کے پوتے ہیں، سلمان کے فرزند اور قتیبہ کے لشکر ہیں۔ جب میدان کارزار گرم ہوتا ہے تو ہم دشمنوں کی صف میں گھس جانے والے بہادر شیر ثابت ہوتے ہیں۔ ہم ایسے نوجوان ہیں کہ جوش اور جذبہ میں گھلے چلے جاتے ہیں اور ہم اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے شجاعت و پامردی کی آگ بلند کرتے ہیں۔ ۱۲؎

اہل ایمان اور بالخصوص نوجوانوں کے اندر عقیدہ، جو ثبات، استقامت و صلابت اور چٹان کی سی مضبوطی پیدا کرتا ہے، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

لولا العقیدۃ ما تقدم خالد بجیوشہ مثل الھزبر مزمجرا
لو لا العقیدۃ ما استبد بطارق قلب یبز بعزمہ الاسکندرا
فمضی یدرک الظلم من أرکانہ ویخوض من أجل العقیدۃ أبحرا

اگر عقیدہ کی کارفرمائی نہ ہوتی تو شیر کی مانند دھاڑتے ہوئے خالد کی اپنی لاؤ لشکر سمیت پیش رفت نہ ہوتی۔ اگر عقیدہ کی کارفرمائی نہ ہوتی تو طارق کا دل اس قدر بے قابو نہ ہوتا کہ وہ اپنے عزم سے سکندر پر قابو پالیتا۔ چنانچہ وہ ان کے لشکر سے ظلم کو دور کرتا رہا اور عقیدہ کی خاطر سمندروں میں گھوڑے دوڑاتا رہا۔ ۱۳؎

وہ متعدد قصائد میں محسنِ انسانیت، آفتابِ عالم ﷺ کا ذکر کر کے ان کا اسوہ اختیار کرنے اور انہیں اپنا مثالی نمونہ بنانے کی دعوت دیتے ہیں۔ ان کا اسلام حقیقی اسلام ہے، جو شکست وضعف سے ناآشنا ہے۔ ناامیدی کی اس میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

ولید الاعظمی کی شاعری اسلامی شاعری ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کا تذکرہ ہے، اس کی ربوبیت اور علیم بذات الصدور ہونے کا ذکر ہے:

واللہ لولا فضل ربی وعطفہ لکاد من البلوی فؤادی یضرع
لک الحمد یا ربی لک الشکر والثنا لک الفضل یا رحمان یا متطلع
لک المنۃ العظمی علی النعمۃ التی بھا نتقی شر الحروب وندفع

بخدا اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت شاملِ حال نہ ہوتی تو مصیبت وآزمائش کی وجہ سے میرا دل بجھ جاتا۔ اے خداوند قدوس! تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں۔تو ہی حمد وثنا کا مستحق ہے،اے رحمان !اے آ گاہ رہنے والے! تیرا ہی احسان ہے۔ تیرا بڑا ہی احسان ہے اس عظیم نعمت پر جس کے ذریعہ ہم جنگ کے فتنوں سے بچتے اوراس کا ازالہ کرتے ہیں ۱۴ ؎

اپنے ایک قصیدہ میں وہ پیغمبر انقلاب نبی رحمت ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہیں اورآپؐ کی ذات کو دنیائے انسانیت کے لئے اسوہ (Role model) قرار دیتے ہیں:

یا قوم ھل من سامع فابثہ شکوای ان حدیثھالطویل
لم یجد نفعا ان نقول محمد کالبدر کان فللبدور أفول
أو أن نقول شذاہ فاح کانہ مسک، وتبر شعرہ المسدول
انی اجل محمد ا ومقامہ عن أن یقول المادحون جمیل
لم نحی ذکراہ اذا لم نتبع آثارہ وبحیث مال نمیل
یا سیدی ما أنت الا قائد ومؤسس ومعلم ورسول
أنشأت من أدنی البریۃ أمۃ خلص الفرات لھا ودان النیل

اے میری قوم کے لوگو! کیا کوئی سننے والا ہے کہ میں اپنا درد بیان کروں، نالۂ دل بہت طویل ہے۔ اگر ہم کہیں کہ محمد ﷺ مثلِ چاند تھےتو کوئی فائدہ نہیں، کیوں کہ چاند بھی غروب ہوجاتے ہیں۔ یا اگر ہم کہیں کہ ان سے پھوٹنے والی خوشبو مسک کی مانند ہے اوران کے دراز گیسوسنہرے تھے۔ میرے نزدیک محمد ﷺ کی ذات اوران کا مقام ومنصب اس سے کہیں بلند ہے کہ تعریف کرنے والے کہیں کہ آپؐ بہت خوب صورت تھے۔ اگر ہم نے ان کے نقوش کی اتباع نہیں کی اورانہی کی طرف اپنا رخ نہیں موڑاتو ہم نے ان کے ذکر کو زندہ نہیں کیا۔اے میرے آقا! آپ ہی قائد ،مؤسس،معلم اور رسول

ہیں۔آپ نے پست مخلوق سے ایک ایسی قوم کی تعمیر کی جس کی سیرابی
کے لئے دریائے فرات نے اپنا آب زِلال پیش کیا اور دریائے نیل
نے اپنی قربت سے اسے شاداب کیا۔ ۱۵؎

ایک دوسری جگہ کہتے ہیں:

فیا قوم خلو ا النوم عنکم وسارعوا   الی اللہ فی ظل الرسول محمد
وسیروا الی العلیاء واحموا عرینکم   فقد آن أن نحیا حیاۃ تجدد
ونادی منادی الحق یا قوم فاسمعوا   لقد خاب من لم یتبع شرع أحمد

اے میری قوم کے لوگو! نیند سے بیدار ہونے کی کوشش کرو اور رسول ﷺ کے سائے میں اللہ کی طرف دوڑو۔ بلند کارناموں کی طرف بڑھو اور اپنی آبادی کی حفاظت کرو۔اب وقت آ گیا ہے کہ ہم زندگی کو ایک نیا رنگ دیں۔اے میری قوم کے لوگو! حق کے منادی کا یہ اعلان غور سے سن لو کہ جس نے احمد مجتبیٰ ﷺ کی شریعت کی اتباع نہیں کی وہ ناکام ونامراد ہو گیا۔۱۶؎

اللہ کے رسول ﷺ کی ذات گرامی کو اسوہ ونمونہ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

یا ھذہ الدنیا أصیخي واشھدي   انا بغیر محمد لا نقتدي
لا نستعیض عن الشریعۃ منھجا   وضعتہ فکرۃ مستغل ملحد
أبکل یوم فکرۃ وعقیدۃ   تغزوالحمی من تاجر مستورد

دنیا والو! غور سے سن لو اور گواہ رہنا کہ ہم محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور کی اقتدا نہیں کریں گے۔شریعت کے بجائے کوئی ایسا دستور ہمارے لیے قابلِ قبول نہیں ہے جسے کسی خائن، جابر اور ملحد نے وضع کیا ہے۔کیا ہر روز کا ایک نیا فکر اور عقیدہ قرار پائے گا جو آنے والے تاجر سے عزت وناموس کی حفاظت کی خاطر جنگ کرے گا۔۱۷؎

ولید الاعظمی نے اپنے اشعار میں فلسطین پر ہو رہے مظالم کے خلاف بار بار آواز اٹھائی ہے، وہاں روا رکھی جانے والی وحشت و بربریت کا نقشہ کھینچا ہے اور اسے خلاف انسانیت قرار دیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

أما فلسطين فسيل دماتها لم ينقطع وعيونهالم ترقد
اللاجئون وهذه أكواخهم كالعارعن أنظارنالم يبعد
في كل كوخ لوعة ومناحة من طفلة تبكي وشيخ مقعد
ويتيمة تلوى اليک بجيدها تشكو الهوان بحسرة وتنهد
وكريمة لعب اليهود بطهرها وبها تمتع رائح أو مغتد

فلسطین کے حالات اس قدر دگرگوں ہیں کہ اس کے خون کا سیلاب رکنے کا نام نہیں لے رہا ہے۔ پناہ گزیں اوران کی یہ جھونپڑیاں شرم وعار کی طرح ہماری نگاہوں کے سامنے موجود ہیں۔ ہر جھونپڑی میں کسی سسکتی اور بلکتی ہوئی بچی کی آواز ہے اور کسی بوڑھے اور ضعیف شخص کی آہ وفغاں ہے۔ ذلت ونکبت سے دو چار، حسرت ویاس کی تصویر مجسم کوئی یتیم بچی ہے جو خالی آنکھوں سے تمہاری راہ تکتی ہے اور سرد آہیں بھرتی ہے۔ اور کوئی شریف اور پاک باز خاتون ہے جس کی عصمت کو یہود نے تارتار کیا ہے اور صبح وشام اس کی ردائے عفت کو چاک کیا ہے۔ ۱۸ے

ایک دوسرے قصیدے میں فلسطین کا تذکرہ کر کے نوجوانوں کو اس طرح مہمیز کرتے ہیں:

يا قوم خلوا النوم عنكم جانبا واستيقظوا من غفلة ورقاد
يا قوم ان السيل قد بلغ الزبى هبوا فان اليوم يوم جهاد
هذى فلسطين الجريحة تشتكي قد كان من دمها يفيض الوادي
خاض اليهود غمارها وقعدتم يا قوم أين حمية الأجداد
أين الدم الفوار هل من قطرة لتعيد فينا غيرة ابن زياد
أين النفوس ا لعاليات كانها عند الوغى أرسى من الأطواد
أنسيتم أجدادكم يا صحبتي هلا ذكرتم صرخة المقداد

اے میری قوم کے نوجوانو! خوابِ گراں سے احتراز کرو اور غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاؤ۔ اے میری قوم! پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔ اٹھو اب جہاد کا وقت آن پڑا ہے۔ زخم خوردہ فلسطین تم سے فریاد کر رہا

ہے اس کا لہو وادی میں بہتا جارہا ہے۔ یہود ان کے گھروں میں گھس کر دندناتے پھر رہے ہیں اور تم بیٹھے ہوئے ہو۔اے میری قوم کے فرزندو! اسلاف کی حمیت کہاں کھوگئی، وہ جوش مارتا ہوا لہو کہاں ہے؟ کیا ایک قطرہ بھی ایسا باقی نہیں بچا جو ہم میں ابن زیاد کی غیرت کو واپس لا سکے۔وہ فولاد صفت بلند و بالا نفوس کہاں ہیں جو جنگ کے وقت چٹانوں سے بھی زیادہ پائیدار اور ثابت قدم ہوتے تھے؟ اے میرے رفقاء کار! کیا تم اپنے آباء واجداد کو بھول بیٹھے ہو؟ کیا مقدادؓ کی للکار تمھیں یاد نہیں ہے۔۱۹؎

ولید الاعظمی کی فکر کا اصل محور و مرکز قرآن کریم ہے۔ انھوں نے اپنے متعدد اشعار میں قرآن کریم کے اصل مقام و مرتبے کو واضح کیا ہے، اس سے دوری کو ضلالت و گم راہی کا پیش خیمہ قرار دیا ہے اور صراحت سے کہا ہے کہ قرآن کریم ہی ہمارے لئے مشعل راہ ہے اور وہی ہمارا دستور اساسی ہے:

یا من وضعتم قوانینا لأنفسکم — نحن اتخذنا کتاب اللہ قانونا
اللہ أنزلہ بالحق یرشدنا — الی السعادۃ فی شتی مرامینا
آیاتہ بالھدی والعدل قد نطقت — تضفی علی الحق ایضاحا وتبیینا
ضل الذی یھجر القرآن مجتدیا — منھاجہ بغرور من أعادینا
لسنا نرید دساتیرا مرقعۃ — فشرعۃ اللہ تکفینا وترضینا

اپنے لیے قوانین وضع کرنے والے لوگو! (سن لو) کہ ہمارا قانون اللہ کی کتاب ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسے حق کے ساتھ اتارا ہے۔ہر گام پر سعادت کی طرف یہ ہماری رہ نمائی کرتی ہے۔اس کی آیات ہدایت اور عدل وانصاف کی ترجمان ہیں، وہ حق کی توضیح وتشریح پیش کرتی ہیں۔ وہ شخص جو دشمنوں کے فریب میں آکر اس کی راہ کسی اور دستور کی طلب میں چھوڑ دیتا ہے، گم راہ اور راہِ راست سے ہٹا ہوا ہے۔ہمیں کسی اور مرتب قانون کی حاجت نہیں ہے، اللہ کی شریعت ہمارے لئے کافی اور اطمینان بخش ہے۔۲۰؎

ایک دوسری جگہ وہ قرآن کریم کو اپنی عزت وسطوت اور اپنی شان قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

یا هذه الدنیا أصیخی واشهدی انا بغیر محمد لا نقتدی
لا نستعیض عن الشریعة منهجا وضعته فکرة مستغل ملحد
قرآن ربک یا محمد عزنا ونظامنا الداعی لعیش أرغد

اے دنیا والو! غور سے سنو اور گواہ رہنا۔ ہمارا قائد ورہبر صرف رسول ﷺ کی ذات ہے۔ شریعت کے عوض ہمیں کسی اور ایسے قانون کی ضرورت نہیں جس کی لٹیرے ملحد نے تشکیل کی ہو۔ اے محمد ﷺ! آپ کے رب کا نازل کردہ قرآن ہماری شان ہے اور ہمارا دستور خوش حال اور آسودہ زندگی کا داعی ہے۔ ۲۱؎

ولید الاعظمی نے اعظمیہ میں اخوان المسلمون کے مکتبہ سے خوب استفادہ کیا۔ ان کے رفیق عبداللہ العقیل کا بیان ہے:

"ہم اکثر اخوان المسلمون کی لائبریری میں چلے جاتے تھے، جہاں دعوتِ دین سے متعلق مختلف امور پر دیر تک گفتگو چلتی رہتی تھی۔ ولید الاعظمی میں زبردست جوش وجذبہ، امنگ وحوصلہ اور اسلام کے معاملے بے پناہ غیرت تھی۔ وہ نوجوانوں کو اسلام پر کار بند دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کی شدید آرزو تھی کہ نوجوان باطل کے اُمڈتے سیلاب، الحاد وکفر، فسق وفجور اور فحاشی وعریانیت کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوں اور پوری استقامت وجوا ں مردی کے ساتھ اس طوفان کا مقابلہ کریں۔ ولید الاعظمی قحط الرجال کے اس دور میں حقیقتاً حق کی آواز تھے"۔ ۲۲؎

ولید الاعظمی کی شاعری قرآن کریم سے ان کے گہرے شغف کی آئینہ دار ہے، انہوں نے مختلف اشعار میں قرآن کریم کی مرکزیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

نبنی الحیاة بوحی من عقیدتنا وعندنا للهدی والحق میزان
قرآننا مشعل یهدی الی سبل من حاد عن نهجها لا شک خسران

هو السعادة فلتأخذ بشرعته وما عداه فتضليل وبهتان
هو السلام الذی تهفو القلوب له فلم یعد یقتل الانسان انسان
هو النشید الذی ظلت تردده علی مسامع هذا الکون أزمان
قد ارتضیناه حکما لا نبدله ما دام ینبض فینا منه شریان

ہم اپنے عقیدہ کی روشنی میں زندگی کی تعمیر کرتے ہیں اور ہدایت وحق کا ہمارے پاس میزان ہے۔قرآن کریم ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے جو سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔جو اس راستے سے دست بردار ہوا یقینا وہ گھاٹے میں ہے۔قرآن سراپا سعادت ہے۔ہمیں اس کے قانون کو اختیار کرنا چاہئے،اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ گم راہی اور بہتان ہے۔قرآن سراپا سلامتی ہے،قلوب اس کی طرف مائل ہوتے چلے جاتے ہیں۔کوئی انسان کسی انسان کا قتل نہیں کرسکتا۔قرآن کریم ایسا نغمہ ہے جسے زمانہ اس کائنات کے سامنے گنگنا تا رہا ہے۔ہم اس کے فیصلے پر راضی ہیں،اسے کبھی تبدیل نہیں کرسکتے جب تک کہ ہماری رگوں میں خون باقی ہے۔ ۲۳؎

انھوں نے رجوع الی القرآن کو امت کے درپیش تمام مسائل کا واحد حل قرار دیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ قرآن کریم ہی ہمارے اختلافات کو ختم کرکے ہمارے اندر اتحاد واتفاق پیدا کرسکتا ہے:

فلیهتف الکل ان الله غایتنا فنحن لا نبتغی جاها و سلطانا
وانما نبتغی للناس قاطبة خیرا ومنفعة دوما واحسانا
وانما لغة القرآن تجمعنا وتجعل الکل فی الاسلام اخوانا
فلا تخالف فیها مصر ترکیة ولا تخاصم فیها نجد أفغانا

ہر شخص اس بات کا آوازہ بلند کرے کہ اللہ ہی ہماری منزل ہے،ہم جاہ ومنصب اور اقتدار کے طلب گار نہیں ہیں۔ہم ساری انسانیت کے لیے دائمی خیر،منفعت اور احسان کے طلب گار ہیں۔قرآن کریم کی زبان ہی ہمارے اتحاد کی اساس ہے اور اسلام میں ہر شخص کو بھائی بنانے

کے لئے کوشاں ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں مصر کا ترکی سے کوئی اختلاف نہیں اور نہ نجد کی افغان سے کوئی مخاصمت ہے۔ ۲۴؎

ایک دوسری جگہ کہتے ہیں:

قرآنکم یا مسلمون سناؤه كالبدر فی كبد السماء يتألق
العدل موفور به وبغيره زور وبهتان وظلم مطبق
فكوا الحجاب عن العيون فباطل ما يدعيه مغرب و مشرق
هذا نداء الله فاستمعوا له وتقربوا منه وخافوا واتقوا
يا أيها الانسان انك كادح فاركن الى نهج بكدحك يرفق

اے مسلمانو! قرآن کریم کی چمک قلبِ فلک میں چمکتے ہوئے چاند کی مانند ہے۔ یہ عدل وانصاف سے معمور ہے۔ اس کے علاوہ سب جھوٹ، بہتان اور سراسر ظلم وزیادتی ہے۔ نگاہوں کو وا کرو، مغرب ومشرق جس چیز کا داعی ہے وہ سب باطل ہیں۔ یہ اللہ کی ندا ہے اسے بغور سنو، اس کا قرب اختیار کرو، اسی سے ڈرو اور اس کا تقویٰ اختیار کرو۔ اے انسان! تو کشاں کشاں چلا جارہا ہے، لہٰذا ایسی راہ اختیار کرو جو تمہاری کدوکاوش کے موافق ہو سکے۔ ۲۵؎

ولید الاعظمی نے اپنی شاعری میں غرور، تکبر اور فساد فی الارض کی روش اختیار کرنے والوں کے انجام کو واضح کیا ہے اور فرعون، قارون اور ابولہب کے انجام کو بہ طور تمثیل پیش کیا ہے۔ آیات قرآنی و احادیث نبویؐ کی، شعر میں تضمین کی ہے اور بسا اوقات قرآنی آیات کے مفہوم کو اشعار میں قلم بند کیا ہے:

يا غافلين من العذاب تنبهوا والله ان حياتكم ستبيد
يا قومنا ما ذكر عاد غائب عنكم ولا طوفان نوح بعيد
ان الذى أفنى الأوائل قادر أن يهلك الباقين وهو مجيد
فلمن أعد الله نار جهنم ولمن أعد عذابها المشهود
أيان يسأل هل ملئتِ جهنم فتقول ظمای هل لديك مزيد؟
بيض وجوه الصائمين لربهم والمفطرون لهم وجوه سود

ما عذرهم يوم القيامة عند من للخلق يبدى تارة ويعيد
ما عذرهم والناس قد حشروا ضحى له منهم ركع وسجود
فجزاؤهم يوم الحساب جهنم وشرابهم فيها قذى وصديد

اے عذاب (الٰہی) سے غافل لوگو! ہوشیار ہوجاؤ، بخدا تمہاری زندگی بہت جلد فنا ہوجائے گی ۔اے ہماری قوم کے لوگو! قوم عاد کا تذکرہ تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے اور طوفانِ نوح دور نہیں ہے۔جس ذات نے اگلوں کو فنا کیا وہ اس بات پر قادر ہے کہ باقی لوگوں کو بھی فنا کردے۔ وہ بلند و برتر ہے۔جہنم کی آگ اللہ تعالیٰ نے کس کے لیے تیار کررکھی ہے اور جہنم کا عذابِ موعود اس نے کس کے لئے تیار کررکھا ہے؟ جس روز جہنم سے سوال ہوگا کہ کیا تیرے اندر اب جگہ باقی نہیں رہی تو وہ شدتِ پیاس سے کہے گی کہ کیا ابھی کچھ اور ہیں؟ اپنے رب کے لیے روزہ رکھنے والوں کے چہرے روشن ہوں گے اور بے روزہ داروں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔قیامت کے دن اس ذات کے سامنے وہ کیا عذر پیش کریں گے جو مخلوق کو ازسرِ نو پیدا کرتا، پھر (مرنے کے بعد) اس کو دوبارہ زندہ کرتا ہے۔اس وقت ان کا کیا عذر ہوگا جب انہی میں سے کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور رکوع وسجود کی حالت میں بوقتِ چاشت جمع ہوں گے۔حساب کے دن ان کے حصے میں جہنم ہوگی اور ان کے مشروب میں گندگی اور پیپ ہوگی۔۲۶؎

ولیدالاعظمی کے دیوان میں کثرت سے قرآنی مفردات وتراکیب کا استعمال ملتا ہے۔مثلاً تبت یدا، الله يفعل ما يشاء، وما يخفيه صدرك اكبر، يا أيها المدثر، ويمحق الله الربو، أشداء على الكفار، اذا مروا بهم يتغامزون، أفاك، اثيم، زنيم، معتد، مناع للخير، تعاونوا على البر والتقوى، أعدوا لهم ما استطعتم من قوة، شهيد، شهداء على الناس، جاسوا خلال الديار، اعتصموا بحبل الله، ان اكرمكم عند الله اتقاكم، مقامع من حديد، النار مثوى لهم، بالتي هي أحسن، يصلونها دعا، يا ايها الناس اتقوا ربكم، يا ليت قومي يعلمون، لباسهم فيها حرير، زقوما وغسلينا، تزودوا، حديث مفترى، نقذف

بالحق علی الباطل،یا ایها الانسان انک کادح، ما وهنوا وماا استکانوا،اطفاء نور الله، التقی الجمعان، الجواری الکنس، انا اعطیناک الکوثر،ان هو الا وحی یوحی،ولقد یسرنا القرآن للذکر،لا یصلاها الاالاشقی، یسقی من عین آنیة،والعمل الصالح یرفعه،من یعمل سوء ا یجز به،یخوضوا ویلعبوا، یراک حین تقوم،الدنیا متاع، الدنیا لهو ولعب، قاب قوسین أو ادنی،وخضتم کالذی خاضوا، من الجنة والناس،خشب مسندة،یوم التغابن،مع کل نفس سائق وشهید،تسبیح، غدوة وآصال،نصر من الله وفتح قریب،حمالة الحطب،فاصبحوا لا یری الا مساکنهم،بذکر الله تطمئن القلوب،صدق فیهم ابلیس ظنه،حصحص الحق، جنات عدن،وکفی بربک هادیا ونصیرا،صلوا علیه وسلموا تسلیما،علی الارائک ینظرون،والله بالغ امره،یبغونها عوجا،کأن فی أذنیه وقرا وغیرہ۔ یہ چیز قرآن کریم سے ان کے گہرے شغف اوران کی شاعری میں قرآن کریم کے اثرات کے غماز ہیں۔

ولید الاعظمی کی شاعری کے مطالعہ سے یہ بات پوری طرح عیاں ہے کہ ان کے یہاں شاعری محض تفریح طبع اور شہرت وبقا کے حصول کا ذریعہ نہیں، بلکہ اس کا اصل مقصد اصلاح معاشرہ کی سنجیدہ کوشش ہے۔ان کی شاعری میں مدح نبوی، اسلامی ورثہ، قضیۂ فلسطین ،اصلاح معاشرہ اور مسلم نوجوانوں کی ذمہ داری جیسے مختلف اسلامی موضوعات اس طرح پھیلے ہوئے ہیں کہ اس مقالہ میں ان سب کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔اردو کے مشہور اسلامی شاعر علامہ محمد اقبال کی طرح ان کے ضمیر پر براہ راست نزول قرآن ہوا ہے، وہ اس کے معانی ومفاہیم میں غوطہ زن ہوئے ہیں۔جس طرح سے علامہ اقبال نے مسلم نوجوانوں کو خطاب کرکے ان کا درخشاں وتابناک ماضی ان کے سامنے پیش کیا ہے اور علم وفن کی دنیا میں مسلمانوں کی ایجادات اوران کی نت نئی فتوحات سے انہیں واقف کرا کے انہیں زندہ قوم ہونے کا شعور عطا کیا ہے، ان کی خودی کو بیدار کرنے، انہیں شاہین صفت بننے اوراپنے اسلاف کی راہ پر چلنے کی راہ سجھائی ہے،مسلمانوں کے زوال کے اسباب پر روشنی

ڈالتے ہوئے طرابلس اور بلقان کی جنگ میں شہید ہونے والوں پر اپنے درد وکرب کا اظہار کیا ہے، بتانِ رنگ وبو کوتوڑ کر ملت میں گم ہو جانے کی بات کہی اور ملت کے ہر فرد کو ستارہ سے تعبیر کیا، آج نوجوانوں اور ان کے آباء واجداد کے کردار کا موازنہ 'تو گفتار وہ کردار تو ثابت وہ سیارہ' کے ذریعہ کیا ہے۔ ساتھ ہی 'کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی' سے اس نسخۂ کیمیا کی طرف بھی اشارہ کیا جو نوجوانوں کی قوت وعظمت کا اصل سرچشمہ ہے، وہی درد اور سوز ہمیں ولید الاعظمی کی شاعری میں بھی نظر آتا ہے۔ 'سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے' کے مصداق عالم اسلام میں رونما ہونے والا کوئی بھی واقعہ ان کے لیے ذاتی سانحہ کی حیثیت رکھتا ہے، چنانچہ وہ تڑپ اٹھتے ہیں۔ علامہ اقبال کی طرح انہیں بھی اس بات کا کامل یقین ہے کہ شاہین صفت نوجوان ہی انقلاب برپا کر سکتے ہیں، اس لیے وہ مختلف اسالیب اور پیرایوں میں ان کے اسلاف کی قربانیوں کا ذکر کر کے ان کے جذبات کو ابھارتے ہیں۔ ان کی شاعری میں بلا کی تاثیر ہے اور از دل خیزد بر دل ریزد کا معاملہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام میں ان کی شاعری نے نوجوانوں کو بیدار کرنے اور ان کے اندر ایمانی حرارت وتازگی پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کی شاعری درحقیقت نوجوانوں کی روح کا نغمہ ہے اور اس میں سحر انگیزی اور تاثیر صرف اور صرف قرآن کریم کے گہرے اثرات کا نتیجہ ہے۔

حواشی ومراجع

۱۔ معجم الادباء الاسلامیین المعاصرین، احمد الجدع، دار الضیاء، بدون تاریخ، الجزء الثالث، ص ۱۳۳۳–۱۳۳۶

۲۔ دیوان ولید الاعظمی، الاعمال الشعریۃ الکاملۃ، جمع وترتیب وتدوین، عبداللہ الطنطاوی، دارالقلم دمشق، الطبعۃ الخامسۃ ۲۰۰۸، ص ۱۱–۱۶

۳۔ دیوان ولیدالاعظمی، ص ۱۲

۴۔ مجلۃ البعث الاسلامی کے درج ذیل شماروں میں ولید الاعظمی کے قصائد اور نظمیں شائع ہوئی ہیں: جولائی، ستمبر ۱۹۶۴ر جولائی ۱۹۶۵ر مارچ ، جولائی، ستمبر ۱۹۶۸ر مارچ ۱۹۶۹ر جنوری ۱۹۷۰ر جون ۱۹۷۳ر جنوری ۱۹۸۱

۵۔ دیوان ولید الاعظمی، ص ۱۳
۶۔ ایضا، ص ۱۱۴
۷۔ ایضا، ص ۹
۸۔ ایضا، ص ۲۲۔۲۳
۹۔ ایضا، ص ۲۹
۱۰۔ ایضا، ص ۹۴
۱۱۔ ایضا، ص ۹۸
۱۲۔ ایضا، ص ۱۳۰
۱۳۔ ایضا، ص ۲۴۴
۱۴۔ ایضا، ص ۲۰۱
۱۵۔ ایضا، ص ۲۰۶
۱۶۔ ایضا، ص ۲۰۰
۱۷۔ ایضا، ص ۱۴۴
۱۸۔ ایضا، ص ۱۴۶
۱۹۔ ایضا، ص ۹۶
۲۰۔ ایضا، ص ۲۳۳۔۲۳۴
۲۱۔ ایضا، ص ۱۴۴۔۱۴۵
۲۲۔ ایضا، ص ۵۔۷
۲۳۔ ایضا، ص ۲۲۶
۲۴۔ ایضا، ص ۱۸۳
۲۵۔ ایضا، ص ۲۵۱۔۲۵۲
۲۶۔ ایضا، ص ۱۷۳

عصر حاضر میں اسلام کے علمی تقاضے

مولانا سید جلال الدین عمری

یہ مولانا کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جو مختلف اوقات میں سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ اور ماہ نامہ زندگی نو نئی دہلی میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان مقالات میں واضح کیا گیا ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ دنیا اسلام کی طرف متوجہ ہو اور اس کی حقانیت تسلیم کرے تو ہمیں اس کے لیے بھرپور علمی اور فکری تیاری کرنی ہوگی اور اسلام کی روشنی میں موجودہ دور کے مسائل کا حل پیش کرنا ہوگا۔ امید ہے کہ ان مقالات سے فکر و نظر کو تحریک ملے گی اور یہ اسلامی تحقیق کے عمل کو آگے بڑھانے میں معاون ثابت ہوں گے۔

صفحات: ۸۰ قیمت: ۵۲

تعارف وتبصرہ

مسلم اقلیتوں کے شرعی مسائل — ذکی الرحمن فلاحی مدنی

ناشر:المنار پبلشنگ ہاؤس، 27۔ N، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی۔ ۲۵، :۲۰۱۶ئ،ص:۱۰۰۰، قیمت۔/ ۵۸۰روپے

فقہ اسلامی کا ارتقاء مسلم حکم رانی کے دور میں ہوا، اس لیے اس میں جو مسائل زیر بحث آئے ہیں وہ ایسے سماج سے متعلق ہیں جن کی غالب اکثریت مسلمانوں پر مشتمل تھی، لیکن گزشتہ چند صدیوں میں حالات بالکل بدل گئے ہیں۔ دنیا کے بہت سے مما لک میں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہ وہاں بالکل نئے حالات میں زندگی گزار رہے ہیں۔ عبادات کا معاملہ ہو یا سماجی تعلقات کا، ان کو طرح طرح کے مسائل کا سامنا ہے۔ ان حالات میں علماء نے قرآن وسنت کی روشنی میں نئے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسے فقہ الاَقلیات کا نام دیا گیا ہے۔

مختلف زبانوں میں فقہ الاقلیات پر قابلِ قدر کتابیں معرض وجود میں آ گئی ہیں۔ مولانا سید جلال الدین عمری نے دو دہائیوں قبل اس موضوع پر کام کیا تھا اور ان کی کتاب 'غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق' ۱۹۹۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ حال میں اس کا چوتھا ایڈیشن مصنف کی نظر ثانی کے بعد سامنے آیا ہے۔ اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے سمینار منعقدہ حیدر آباد ۲۰۰۴ء میں 'مسلم وغیر مسلم تعلقات' کا موضوع زیر بحث آیا تھا۔ اس میں پیش کردہ مقالات کا مجموعہ بھی شائع ہو گیا ہے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی کتاب 'مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان روابط۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں' ۲۰۱۳ء میں طبع ہوئی ہے۔ دیگر علماء کی بھی اس موضوع پر قیمتی تحریریں موجود ہیں۔ زیر نظر کتاب میں بھی اس موضوع کا بہت مبسوط مطالعہ کیا گیا ہے اور مسلم اقلیتوں کے شرعی مسائل تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

یہ کتاب مقدمہ اور خاتمہ کے علاوہ تیرہ (۱۳) ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں مسلم اقلیت کے معنی اور مفہوم، غیر مسلم معاشرے کی شرعی حیثیت، مسلم اقلیت کی تشکیل کے اسباب اور موجودہ دور میں مسلم اقلیتوں کو درپیش خطرات جیسے موضوعات سے بحث کی گئی ہے۔ باب دوم میں سکونت وسفر کے مسائل، باب سوم میں غیر مسلموں میں دعوتِ

دین اور باب چہارم میں غیر مسلموں سے تشبّہ پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ اگلے تین ابواب (پنجم، ششم، ہفتم) طہارت ونماز، زکوۃ اور روزہ کے مسائل سے متعلق ہیں۔ باب ۸ میں سماجی مسائل اور باب ۹ میں ازدواجی وخانگی مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ مابعد دو ابواب (۱۰ و ۱۱) کا موضوع امارت وسیاست اور جہاد ہے۔ آخری دو ابواب (۱۲ و ۱۳) میں علاج معالجہ اور ذبیحہ وغیرہ کے مسائل زیر بحث آئے ہیں۔

فقہ الاقلیات کے موضوع پر عربی اور اردو میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں، تقریباً تمام ہی مصنف کے پیش نظر رہی ہیں۔ انہوں نے مقدمہ میں اہم کتابوں کا تذکرہ کردیا ہے، اس کے علاوہ ان کی تیار کردہ فہرستِ مصادر ومراجع تین سو سے زائد کتب پر مشتمل ہے۔ انہوں نے ان تمام کتابوں کا خلاصہ پیش کردیا ہے اور حسب ضرورت جابجا ان کے اقتباسات بھی دیے ہیں۔ اس طرح انہوں نے مسلم اقلیتوں کو درپیش مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن بعض موضوعات کا اب بھی اضافہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، جن کا مولانا امین عثمانی نے کتاب پر اپنی تقریظ میں تذکرہ کیا ہے، مثلاً مختلف قسم کے سماجی وسیاسی معاہدے، وطن کی تعمیر اور دفاع وغیرہ کے مسائل۔ اسی طرح ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ مختلف فقہی اکیڈمیوں نے فقہ الاقلیات سے متعلق جو فیصلے کیے ہیں انہیں بھی سامنے رکھا جائے اور فقہ النوازل کے عنوان سے علماء وفقہاء نے جو کتابیں تیار کی ہیں ان سے بھی استفادہ کیا جائے۔

مصنف کتاب مولانا ذکی الرحمن غازی نے جامعۃ الفلاح اعظم گڑھ سے فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے، اس کے بعد جامعۃ الفلاح ہی میں تدریسی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ انہیں تصنیف وتالیف کا بھی عمدہ ذوق ہے۔ ان کی متعدد کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ ابھی حال میں ان کی دو کتابیں 'غیر مسلموں سے تعلقات کی شرعی حیثیت' اور 'غیر مسلموں سے متعلق شرعی احکام' طبع ہوئی ہیں۔

زیرِنظر کتاب میں عصری اہمیت کے حامل ایک اہم موضوع کا مبسوط مطالعہ کیا گیا ہے۔ امید ہے علمی حلقوں میں اس سے استفادہ کیا جائے گا۔

(محمد رضی الاسلام ندوی)

عربی زبان میں خودنوشت سوانحی ادب کا ارتقاء ڈاکٹر صفدر سلطان اصلاحی

ملنے کا پتہ: مکتبہ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڑھ، سنہ اشاعت ۲۰۱۶، صفحات: ۱۳۴، قیمت: ۵۰ ؍روپے

خودنوشت ادب کی ایک معروف صنف ہے۔ ہر زبان میں اس پر کام ہوا ہے اور خودنوشت سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں۔ قدیم اور جدید عربی سرمایہ میں بھی اس پر خاصا مواد موجود ہے۔ لیکن یہ امر باعثِ تعجب ہے کہ دورِ حاضر کے عرب محققین نے جتنی توجہ ادب کی دیگر اصناف پر دی ہے اتنی خودنوشت سوانح نگاری کے درس ومطالعہ پر نہیں دی ہے۔ جن لوگوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے انھوں نے اس کی ادبی وفنّی حیثیت سے زیادہ اس کی تاریخی حیثیت سے بحث کی ہے۔ اس سے صرف ڈاکٹر یحییٰ ابراہیم عبد الدائم مستثنیٰ ہیں کہ انھوں نے اپنی کتاب 'الترجمۃ الذاتیۃ فی الأدب الحدیث' میں خود نوشت سوانح نگاری کا ادبی وفنّی حیثیت سے بھر پور جائزہ لیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب ڈاکٹر صفدر سلطان اصلاحیؒ (سابق سکریٹری ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی) کا تحقیقی مقالہ ہے، جس پر انھیں شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی گئی تھی۔ یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اوّل میں اس فن کی ابتدا اور خصوصیات سے بحث کی گئی ہے۔ باب دوم میں انیسویں صدی میں اس فن کے ارتقاء کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس دور میں شائع شدہ بعض خودنوشت سوانح عمریوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ باب سوم میں بیسویں صدی میں اس صنف کی ہیئت، مواد، اسلوب، مقاصد اور طریقۂ کار سے بحث کی گئی ہے اور بعض آپ بیتیوں کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ باب چہارم میں پانچ اہم خودنوشت سوانح عمریوں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ وہ یہ ہیں: طٰہ حسین کی 'الایام'، احمد امین کی 'حیاتی'، عقاد کی 'انا'، احمد لطفی السید کی 'قصۃ حیاتی' اور علی طنطاوی کی 'ذکریات'۔ اس کتاب کے بعض حصے سہ ماہی تحقیقات اسلامی میں شائع ہو چکے ہیں۔

اردو زبان میں اس موضوع پر بالکل کام نہیں ہوا ہے۔ اس بنا پر اس کتاب کی اہمیت مسلّم ہے۔ امید ہے، علمی و ادبی حلقوں میں اسے قبولِ عام حاصل ہوگا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ فاضل مصنف نے اپنے مقدمے میں اس کتاب کے اپنی پی ایچ ڈی کا مقالہ ہونے کا تذکرہ کرنے سے کیوں گریز کیا۔ (محمد رضی الاسلام ندوی)

خبرنامہ ادارۂ تحقیق وتصنیفِ اسلامی (۶۴)

☆ صدر ادارہ وامیر جماعت اسلامی ہند مولانا سید جلال الدین عمری کا ایک کتابچہ حال میں مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی سے 'تحریک اسلامی کی رفتارِ کار' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ یہ اصلاً ایک انٹرویو ہے جس میں مولانا موصوف نے جماعت کی تازہ دعوتی، اصلاحی، اور علمی خدمات اور اس کی پالیسی و پروگرام پر اظہار خیال کیا ہے۔ صفحات: ۴۰، قیمت۔/ ۲۳روپے۔

☆ مولانا موصوف کا ایک مقبول عام کتابچہ 'قرآن کا نظام خاندان' کے عنوان سے ہے۔ اس میں اسلام کی عائلی تعلیمات پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ خاندان کے استحکام کی تدابیر، میاں بیوی کے تعلقات، والدین، اولاد اور رشتے داروں کے حقوق بیان ہوئے ہیں۔ حال میں اس کا پانچواں ایڈیشن نظر ثانی کے بعد شائع ہوا ہے۔ صفحات: ۳۲، قیمت۔/ ۲۴ روپے۔ اس کے انگریزی ترجمہ Family System in The Holy Quran کا دوسرا ایڈیشن سامنے آیا ہے۔ صفحات: ۳۶، قیمت۔/ ۲۳روپے۔

☆ ادارہ کے زیر تربیت اسکالرس کی انجمن 'رائٹرس فورم' کا پروگرام ۲۰/ مئی ۲۰۱۷ء کو پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی، سابق صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کی زیرِ صدارت منعقد ہوا، جس میں ادارہ کے سابق اسکالر جناب مزمل کریم قاسمی، ریسرچ اسکالر شعبۂ عربی، مسلم یونی ورسٹی نے 'قصۂ آدم۔ دروس ونصائح' کے عنوان پر مقالہ پیش کیا۔ اس پروگرام میں ادارۂ تحقیق کے علاوہ ادارۂ علوم القرآن اور مسلم یونی ورسٹی کے شعبۂ دینیات، شعبۂ اسلامک اسٹڈیز اور شعبۂ عربی کے ریسرچ اسکالرس بھی شریک ہوئے۔

☆ ادارہ کے ارکان نے الحمدللہ اپنے مفوضہ تحقیقی کام مکمل کر لیے ہیں۔ مولانا محمد جرجیس کریمی نے 'امام ابن تیمیہؒ کے سیاسی افکار' اور جناب مجتبیٰ فاروق نے 'اسلامائزیشن آف نالج: ایک تحریک، ایک دعوت' کے موضوع پر کام کیا ہے۔ ان شاءاللہ ان کی اشاعت کی کوشش کی جائے گی۔

☆ ادارہ کے تصنیفی تربیت کورس میں دو نئے اسکالرس کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس طرح اب ان کی تعداد چار ہو گئی ہے۔

☆ ادارہ کے انتظامی کاموں کی نگرانی کے لیے ایک منیجر کی ضرورت تھی۔ الحمدللہ انٹرویو کے بعد ایک منیجر کا تقرر کر لیا گیا ہے۔ ☆☆☆

ISSN:2321-8339

Organ of Idara-e-Tahqeeq-o-Tasneef-e-Islami

Quarterly

TAHQEEQAT-E-ISLAMI ALIGARH

Vol. 36 No.3

July - September 2017

Editor

Syed Jalaluddin Omari

Asstt. Editor

Muhammad Raziul Islam Nadvi

Nabi Nagar (Jamalpur), P.O. Box 93

ALIGARH - 202 002 (INDIA)

www.tahqeeqat.net Email: tahqeeqat@gmail.com

CONTENTS

1. **Eid Sermon**

Syed Jalaluddin Omari 5

2. **Ilm al- Fitan: Meaning & Inference and Beginning & Evolution** 13

Mr Muhammad Anyad Khan

3. **Ahadith of Makkan Period in Seerah Ibn Ishaq [Part 3]** 31

Prof Muhammad Yasin Mazhar Siddiqui

4. **Limitations of Participating in Functions of Non-Muslims** 61

Dr Muhammad Raziul Islam Nadvi

5. **Islamic Principles and Etiquette of Expending Wealth** 77

Dr Sadia Gulzar

6. **Waleed al-Azmi: Islam-loving Poet of the Arab World** 97

Mr Abu Sa'd Azmi

7. **Book Reviews** 117

Activities of Idara-e- Tahqee-o-Tasneef-e-Islami 120

Abstract of the Articles

Eid Sermon

Syed Jalaluddin Omari

President Idara-e-Tahqeeq-o- Tasneef-e- Islami

& Amir Jamaat-e-Islami Hind

Maulana Syed Jalaluddin Umari, Ameer Jamaat-e-Islami Hind, delivers Eid sermons every year at Masjid Ishaat-e-Islam situated in the Jamaat headquarters campus, where people come in thousands from far and war localities The Eid al-Fitr sermon he delivered this year (on 26 June 2017) has been presented here He threw light on the prevailing situation, expressed concern on the rising incidents of terrorism, killing and lynching, and highlighted the Islamic teachings of peace

Likewise, the Jamaat organised Eid Milan programme at India Islamic Cultural Centre, New Delhi, wherein dignitaries of the various religions, envoys representing embassies and high commissions of different countries in New Delhi and some political and social leaders participated The brief lecture the Maulana delivered on this occasion is also presented here Therein he drew the attention of sincere well-wishers of the country towards certain groups' bid to polarise the country on communal lines and urged them to be concerned thereof

Ilm al- Fitan: Meaning & Inference and Beginning & Evolution

MrMuhammad Amjad Khan
Ph.D Scholar, Dept of Islamic Studies
Govt College University, Faisalabad(Pakistan)
Muhammadamjadkhan22@gmail.com

Human history is full of different kinds of circumstances. There are found such natural adventurous events as can be called trials or seditions. These kinds of events have deep philosophy in themselves. According to the Qur'an and the Prophetic words, these are the signs of the Doomsday in different categories - preliminary, midst and the final. The knowledge about the subject is called 'Ilm al- Fitan', technically, the science of Doomsday signs. The article is a research study according to the mentioned science relating to its meanings, beginning and development.

Ahadith of Makkan Period in Seerah Ibn Ishaq [Part 3]

Prof Muhammad Yasin Mazhar Siddiqui
Former Chairman, Dept of Islamic Studies
Aligarh Muslim University, Aligarh
mnz_comp@yahoo.in

Muhammad Ibn Ishaq (d. 150 H.) holds the position of an authority in Seerah writing. Not only in his own age but

also in every age he was considered the source of Seerah and he still is The opinions of Muhaddithin, Ulama, Historians and Seerah writers on such a towering personality are almost negative and critical In the field of Had?th he is not considered reliable and objections of sorts are levelled against him In Hadith narration he is called 'Mudallis'

Ibn Hisham (d 218 H) compiled and precised the Seerah works of Ibn Ishaq It gained popularity as Seerat Ibn Hisham This book became so famous that the original book (of Ibn Ishaq) went in the background In the Seerah narrations of Ibn Ishaq there are a large number of narrations which hold the position of Ahadith This article presents a research and critical analysis of these Ahadith of Seerat Ibn Hisham and that too only those Ahadith which are related to the Makkan period of Prophet Muhammad (peace and blessings of Allah be to him)

This issue of the magazine presents the third and last part of this article

Limitations of Participating in Functions of Non-Muslims

DrMuhammad Raziul Islam Nadvi

Secretary Tasneefi Academy, Jamaat-e-Islami Hind, New Delhi

mrnadvi@gmail com

Plural Society is a term that has come to limelight in the present age It implies a society in which the followers of different religions live An objection levelled against Islam is

that it does not approve of plural society, that it prohibits its followers from living in unison with the followers of other religions and inspires them to maintain segregation This article presents a rebuttal to this objection It elaborates that Islam allows maintaining social relations with Non-Muslims Islam teaches that this relationship should be established on the bases of equity and justice and nice treatment It also allows its followers to attend the social functions of Non-Muslims However, it asks them to keep from the functions in which religious rituals are performed in a polytheistic way Likewise, it enjoins them to keep from the functions in which the items that Islam declares haram (prohibited) are served

Islamic Principles and Etiquette of Expending Wealth

Dr Sadia Gulzar

Asst Prof Dept of Islamic Studies

Lahore College for Women University, Lahore(Pakistan)

Sadiagulzar_lcwu@gmail com

In the matter of expenses, the people of our society adopt the ways of extravagance, lavishness and miserliness On the rites and rituals of marriages, the expenses on a number of unnecessary praxis are an extravagance The expenses made on these rituals and on the rituals that are extraneous to Islamic teachings, such as Basant, Valentine Day and New Year Night, the exhibitionism, swank and pomp and show crop up in the society

While, on the other hand, in the poor class it creates inferiority complex and adds to problems. In making expenses, the second way is stinginess. A miser man abstains from spending money on his basic needs, his family, his relatives, the needy and the destitute. This habit makes the money localise in a few hands and class disorder fosters. It sparks emotions like jealousy and hatred. Islam forbids extravagance, lavishness and miserliness and introduces the principle of moderation. So that, the members of society not only fulfil their needs in a befitting manner, but they may be taking care of the needs of the deprived. This would ensure the circulation of wealth and economy may run on the path of prosperity.

Waleed al-Azmi: Islam-loving Poet of the Arab World

Mr Abu Sa'd Azmi
Research Scholar, Dept. of Arabic, Aligarh Muslim University, Aligarh
anislami@gmail.com

Waleed al-Azmi (1930-2004) was an active member of Ikhwan al-Muslimoon in Iraq. He got the Qur'an by heart, got expertise in calligraphy and started composing poems at the very early age. He memorised a good treasure of ancient and modern poetry. His joining of al-Ikhwan brought him to the pinnacle of Islamic thought. The anthology of Waleed al-Azmi was published as Diwan Waleed al-Azmi Al-Aamaal al-Sheriyya al-Kamila (467 pages) by Dar al-Qalam,

Damascus in 2008 His poetry mirrors the situation the Muslim Ummah is in In his poetry he has presented the problems of the Muslim world His poetry arouses the passion for selflessness and sacrifice He presents the Prophet's companions and famous commanders of the Islamic history as ideal for the youth He has also made the oppressions being perpetrated in Palestine the subject of his poetry The Qur'an is the centre and circumference of the thought of Waleed al-Azmi He has declared the Qur'an as the torchlight and constitution He makes abundant use of the words and interpretations of the Qur'an in his poetry The fact remains that Waleed al-Azmi is a very great Islam-loving poet of the present age

BOOK REVIEWS

1 *Muslim Aqalliyatun ke Sharyee Masael (Shari'ah Issues of Muslim Minorities) Zakiur Rahman Falahi Madani,Al-Manar Publishing House,New Delhi-25, Pages 1000, Price IRs 580/-*

Reviewed by Muhammad Raziul Islam Nadvi

2 *Arabi Zaban-o-Adab men Khud Nawisht Sawanihi Adab ka Irtiqa (The Evolution of Autobiographical Literature in the Arabic Language)Dr Safdar Sultan Islahi, Maktaba Tahqeeq-o- Tasneef-e-Islami, Aligarh,2016, Pages 134, Price IRs 350/-*

Reviewed by Muhammad Raziul Islam Nadvi

2017 کی نئی کتابیں

حدیث نبویؐ اور اس کے اصول وضوابط	مولانا عبدالخالق ندوی	100.00
برادران وطن سے روابط کی اہمیت	محمد اقبال ملا	35.00
قرآن مجید اور مستشرقین	محمد جرجیس کریمی	72.00
ختم نبوت کا قرآنی تصور	پروفیسر سید مسعود احمد	82.00
مسلم پرسنل لا کے بعض مسائل	مولانا سید جلال الدین عمری	23.00
تحریک اسلامی کی رفتار کار	مولانا سید جلال الدین عمری	32.00
تزکیہ نفس اور اخلاق	محمد فاروق خاں	20.00
خواتین اسلام کی علمی خدمات	محمد فاروق خاں	12.00
حقیقی تصوف	محمد فاروق خاں	12.00
تربیت کے فکری وعملی پہلو	محمد فاروق خاں	36.00
حکمت نبوی احادیث کی روشنی میں	محمد فاروق خاں	20.00
صنفی عدل اور اسلامی تعلیمات	قاضی فرزانہ تبسم	24.00
عمرے کا پیغام	لئیق اللہ خاں منصوری	18.00
عربی کا معلم حصہ سوم	مولوی عبدالستار خاں	114.00
اسلامیات نرسری	مجلس تدوین وترتیب درسیات	22.00
اسلامیات جونیر کے جی	مجلس تدوین وترتیب درسیات	22.00
اسلامیات سینیر کے جی	مجلس تدوین وترتیب درسیات	18.00
اسلامیات حصہ دوم	مجلس تدوین وترتیب درسیات	45.00
سائنس حصہ پنجم	مجلس تدوین وترتیب درسیات	150.00

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۲۵

D-307, Dawat Nagar, Abul Fazl Enclave, Jamia Nagar, New Delhi-110025
Phone: 26981652,26984347 Fax:26987858
E-mail: mmipublishers@gmail.com • Website: www.mmipublishers.net

R.No. 38933/81

Quarterly
Tahqeeqat-e-Islami
Aligarh

July ....2017 — September 2017

Mob. +91-8881854504
+91-9897746586

مولانا سید جلال الدین عمری کی مطبوعات

شمار	نام کتاب	قیمت	شمار	نام کتاب	قیمت
۱	تجلیات قرآن	۳۲۵/	۲۲	اوراقِ سیرت	۲۵۰/
۲	اسلام ۔ انسانی حقوق کا پاسبان	۹۰/	۲۳	خطباتِ پاکستان	۱۰۰/
۳	غیر اسلامی ریاست اور مسلمان	۲۵/	۲۴	عصر حاضر میں اسلام کے علمی تقاضے	۵۲/
۴	کمزور اور مظلوم اسلام کے سایہ میں	۵۰/	۲۵	انسان اور اس کے مسائل	۴۰/
۵	صحت و مرض اور اسلامی تعلیمات	۲۵۰/	۲۶	اسلام اور مشکلاتِ حیات	۲۵/
۶	خدا اور رسول کا تصور ۔ اسلامی تعلیمات میں	۱۴۰/	۲۷	خدائی غلامی ۔ انسان کی معراج	۱۴/
۷	معروف و منکر	۱۸۵/	۲۸	اسلام اور وحدتِ بنی آدم	۱۶/
۸	اسلام کی دعوت	۲۰۰/	۲۹	اسلام میں خدمتِ خلق کا تصور	۱۱۰/
۹	غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق	۱۸۵/	۳۰	انفاق فی سبیل اللہ	۳۵/
۱۰	تحقیقاتِ اسلامی کے فقہی مباحث	۱۰۰/	۳۱	دولت میں خدا اور بندوں کا حق	۱۶/
۱۱	تہذیب و سیاست کی اسلامی قدریں	۶۵/	۳۲	انسانوں کی خدمت ۔ اسلام کی نظر میں	۱۶/
۱۲	عورت ۔ اسلامی معاشرے میں	۱۸۰/	۳۳	جماعت اسلامی ہند ۔ پس منظر، خدمات اور طریقِ کار	۳۵/
۱۳	مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ	۱۰۰/	۳۴	ہم تحریک اسلامی کے کارکن کیسے بنیں؟	۱۵/
۱۴	عورت اور اسلام	۶۰/	۳۵	ملک و ملت کے نازک مسائل اور ہماری ذمہ داریاں	۳۲/
۱۵	اسلام کا عائلی نظام	۹۰/	۳۶	یہ ملک کدھر جا رہا ہے؟	۲۰/
۱۶	مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں	۳۵/	۳۷	بچے اور اسلام	۱۰/
۱۷	قرآن کا نظامِ خاندان	۲۲/	۳۸	خاندان کی اصلاح اور اولاد کی تربیت	۲۰/
۱۸	اسلام ۔ ایک دینِ دعوت	۱۰/	۳۹	فقہی اختلافات کی حقیقت	۱۵/
۱۹	دعوت و تربیت ۔ اسلام کا نقطۂ نظر	۵۵/	۴۰	بعض اہم اسلامی اصطلاحات کی تشریح	۱۸/
۲۰	ہندوستان میں اسلام کی اشاعت [illegible]	۵/	۴۱	سوئے حرم چلا	۳۲/
۲۱	قرآن مجید کا تصورِ تزکیہ	۱۸/	۴۲	دینی علوم کی تدریس	۱۴/

ملنے کے پتے:
۱۔ ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، نبی نگر، پوسٹ بکس نمبر: ۹۳، علی گڑھ۔ ۲
۲۔ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ڈی۔ ۳۰۷، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی۔ ۲۵